شفقت
حدِ معر

معہ

منتخب کلام

ناشر

مکتبہ ندائے اتحاد لال کنواں دہلی ۶

حدیثِ معرفت

معہ

منتخب کلام

حضرت اوگھٹ شاہ

حضرت بیدم شاہ

حضرت بابا رضا شاہ

مرتبہ

عزیز وارثی

ناشر

مکتبہ ندائے اتحاد، ۱۶۳۹ لال کنواں دہلی ۶

قریب آپ کے تمام حلقہ بگوش فقرار کی تعلیم کا ہے۔

حضرت وارث پاک کی تعلیمات کا منشا و مقصد مختلف النوع فرقوں کے درمیان ہم آہنگی اور اتفاق و اتحاد پیدا کرنا تھا۔ لہذا کتاب وارثیہ کا عنوان العشق و المحبت ہے۔ آپ اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں میں محبت کا جذبہ ابھارنے کے لئے نسخے تجویز فرماتے تھے آپ کی تعلیم و تربیت کا محور سالک کے اندر عشق کی سی صفت پیدا کرنا تھا۔ اسی کا نام تصوّف ہے۔ سرکار پاک نے بذاتِ خود عاشق صادق کے جملہ لوازمات اپنے اندر پیدا کئے اور جو فقرا اور عقیدتمند اس خصوصیت سے زیادہ متصف ہوئے وہی آپ کے زیادہ مقرب ثابت ہوئے۔ آپ کی تعلیم کا نچوڑ ہے کہ مقامِ عشق علم و تعلیم سے بالاتر ہے' محبّت معرفتِ حق کی کنجی ہے بغیر محبّت قفلِ معرفت نہیں کُھل سکتا' جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے محبت میں کفر اور اسلام مٹ جاتا ہے' محبّت کے کسب سے بہتر کوئی کسب نہیں' عاشق کا مُرید بے ایمان نہیں مرتا' محبوب کی شکایت مشربِ عشق میں کفر ہے' ایمان خدا کی محبت کا نام ہے' ایک صورت کو پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہیگی وہی قبر میں اور وہی حشر میں' عشق میں ترک ہی ترک ہے' معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے' عشق میں سَر دے تو یہ ہم سر ہو' مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے' جب تک نہیں ملتا قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر کوئی اسے قطرہ نہیں سمجھتا' عشق

سراج الشعرا لسان الطریقت

حضرت بیدم شاہ وارثی

۹۵

بیدم شاہ وارثی سنہ ۱۸۷۶ء میں یوپی کے مشہور شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے علوم رسمیہ کی ابتدائی اور آخری تعلیم اٹاوہ ہی میں ہوئی۔ طبیعت میں شاعرانہ وجدان فطری طور پر ودیعت تھا۔ دوسروں کی غزلیں سنتے اور خود گنگناتے۔ رفتہ رفتہ اس مشق میں ترقی کی اور خود شاعر بننے کی تمنا ان کو آگرے لے گئی۔ جہاں دوسرے احباب۔ وارثی اب وطن بھی موجود تھے۔ خواجہ آتش مرحوم لکھنوی کے شاگردوں میں جناب۔ وحید ناگپوری گذرے ہیں جن کے جانشین اور مقرب باکمال شاگرد نثار اکبرآبادی کا حلقۂ تلامذہ اس وقت آگرہ میں عروج پر تھا۔ بیدم شاہ صاحب اس حلقے میں داخل و شامل ہو گئے۔ اور چند ہی دنوں میں نغز گو شاعر کا رتبہ حاصل کرلیا۔ اس کے بعد وارثیہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور آپ کا لقب بیدم شاہ وارثی ہو گیا آپکا اصل نام سراج الدین تھا اور اسی لئے آپ کو سراج الشعرا کا بھی خطاب ملا۔ آپ کے کلام کی ہر طبقہ میں ہمہ گیر مقبولیت ہے۔ آپ بحیثیت شاعر مشاعروں کی شرکت سے ہمیشہ اجتناب فرماتے تھے جب کوئی منقبت یا غزل تازہ کہتے تو پہلے آستانہ وارث پر حاضر ہو کر سناتے پھر دوسروں کو سناتے۔ تمام عمر اہل دنیا کی مدح سرائی سے دور رہے۔ اور ہمیشہ ذکر و فکر شعار زندگی رہا۔ آپ وضع دار فقیر تھے۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں آپ کا انتقال لکھنؤ میں ہوا۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق دیوہ شریف کے اُودلیش گورستان میں دفن کیا گیا

آپ کے معتقدین نے مزار کا پختہ احاطہ چبوترہ اور سنگ لحد بنوا کر نصب کیا۔ آپ کا ابتدائی کلام کرشمۂ وارثی اور آخری مجموعہ کلام مصحف بیدم کے نام سے شائع ہوا جس کے متعدد ایڈیشن پاکستان اور ہندوستان کے مختلف اداروں مکتبوں نے شائع کئے۔ مگر پھر بھی

آپ کا کلام نایاب و کمیاب ہے۔ آپ کی شاعری پر خواجہ حسن نظامی دہلوی جو اپنے دور کے باکمال صوفی اور باکمال انشاء پرداز تھے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں کلام بیدم کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ بیدم تخلص ہی پورا کلام ہے اس کے بعد جو کچھ ہے وہ تخلص کی تفسیر اور تشریح ہے اور جب تک اردو کے دم میں دم باقی ہے۔ کلام بیدم بھی باقی رہے گا۔"

علامہ بیخود موہانی سید انقر موہانی مولانا ناطق لکھنوی ڈاکٹر مبین، فریاسی، مولانا شفق عماد پوری اور دوسرے مشاہیر سخن آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیدم شاہ صاحب کا کلام ایک ضوفشاں آئینہ ہے۔ جسکے پڑھنے سے دل بھی روشن ہوتا ہے اور دماغ بھی۔ آپکی قوت تخیل عام فضائے شاعری سے کہیں زیادہ بلند میں مشق پرواز نظر آتی ہے۔

بیسویں صدی کے نقاد محققین اور اردو دوست حضرات نے بیدم وارثی کی شاعری کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے صرف سماع کی محفلوں تک ان کے کلام کی مقبولیت ہے۔ اس انتخاب کو پڑھنے کے بعد مجھے امید ہے بیدم وارثی کے کلام پر موجودہ محققین اور نقاد اپنی دماغی صلاحیتوں کو ضرور زحمت دیں گے۔ اور یہ ثابت کریں گے کہ تصوف اور ذکر کا شتر کہ نغز گو شاعر اردو شعراء میں خواجہ میر درد اصغر گونڈوی حسرت موہانی اور جگر مرادآبادی کی طرح بیدم وارثی بھی ہے۔

عشق آیا ہے رفعتِ خیالی لے کر
حُسن آیا ہے شوکتِ جمالی لے کر
ہر اہلِ کمال لے کے آیا ہے کمال
بیدمؔ آیا ہے بے کمالی لے کر

حمد

روشن جہاں میں ہر جا پاتا ہوں نور تیرا
ہر شے میں دیکھتا ہوں پیارے ظہور تیرا

از ماہ تا بماہی ہے تیری بادشاہی
دکھلا رہا ہے کیا کیا عالم ظہور تیرا

گر گھیرتا تصور تیرا ہمارے دل میں
کچھ پوچھتے نشاں ہم تجھ سے ضرور تیرا

منصور کا یہ منہ تھا کہتا جو وہ انا الحق
برپا کیا ہوا تھا سارا فتور تیرا

بیدم کی آرزو ہے ہر دم یہ جستجو ہے
مل جائے کاش اس کو قربِ حضور تیرا

نعت

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مصحفِ ایماں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لیکے مرادِ دل آئیں گے مر جائیں گے مٹ جائیں گے
پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

طوبیٰ کی جانب تکنے والو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو
دیکھو قدِ دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نام اسی کا باب کرم ہے دیکھ یہی محراب حرم ہے
دیکھ خمِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سب کا رخ سوئے کعبہ سوئے محمد روئے کعبہ
کعبے کا کعبہ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھینی بھینی خوشبو لہکی بیدمؔ دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آرزوئے رسول

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسولؐ
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ
خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسولؐ
خوشا وہ آنکھ جو ہو محوِ حسنِ روئے رسولؐ

تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفیٰؐ کی قسم
چُنے ہیں آنکھوں سے ذراتِ خاکِ کوئے رسولؐ
پھر ان کے نشۂ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے
جو پی چکے ہیں ازل میں مئے سبوئے رسولؐ

بلائیں لوں تری اے جذبۂ شوقِ صلِّ علیٰ
کہ آج دامنِ دل کھنچ رہا ہے سوئے رسولؐ
شگفتہ گلشنِ زہرا کا ہر گل تر ہے
کسی میں رنگِ علیؑ اور کسی میں بوئے رسولؐ

عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں ہمدمؔ
کہ سب ہوں پیشِ خدا اور میں روبروئے رسولؐ

رسول عربی

قبلہ وکعبۂ ایمان رسولِ عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی

چاند ہو تم جو رسولانِ سلف تارے ہیں
سب نبی دل ہیں تو تم جان رسولِ عربی

صدقہ حسنینؑ کا روضہ پہ بلا لو مجھ کو
ہند میں ہوں میں پریشان رسولِ عربی

کس کی مشکل میں تری ذات نہ آڑے آئی
تیرا کس پر نہیں احسان رسولِ عربی

کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر تو ہے
سب سے اعلیٰ ہے تری شان رسولِ عربی

تیرا دیدار ہے دیدارِ الٰہی مجھ کو
تیری الفت مرا ایمان رسولِ عربی

مجمعِ حشر میں اس شان سے آئے ہمدمؔ
ہاتھ میں ہو ترا دامان رسولِ عربی

حضرت علیؓ

کعبۂ دل قبلۂ جاں طاقِ ابروئے علیؑ
ہو بہو قرآنِ ناطق مصحفِ روئے علیؑ

خاک کے ذرّوں میں عطرِ بوتُرابی کی مہک
باغ کے ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علیؑ

اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے
آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علیؑ

دامنِ فردوس ہے ہر گوشۂ شہرِ نجف
ہے مقیمِ خلد گویا ساکنِ کوئے علیؑ

کیوں نہ ہوں کونین کی آزادیاں اس پر نثار
ہے دلِ بیدمؔ اسیرِ دامِ گیسوئے علیؑ

پنجتن پاک

حضرت وارث چراغ خاندانِ پنجتن رض
یادگارِ پنجتن رض نام و نشانِ پنجتن رض
شاہ تسلیم و رضا ابنِ شہیدِ کربلا
خواجۂ گلگوں قبا روحِ روانِ پنجتن رض
سبز گنبد کے مکیں اے وارث رح دنیا ودیں
راحتِ قلبِ حزیں اے جانِ جانِ پنجتن رض
نیّرِ برجِ سیادت گوہرِ تاجِ شرف
اے گلِ زہرا رض بہارِ بوستانِ پنجتن رض
قبلۂ ایمان و دیں نقشِ قدم اہلبیت
کعبۂ مقصود بیدم رح آستانِ پنجتن

میں کفر اسلام ہو جاتا ہے، ہماری منزل عشق ہے اور منزلِ عشق میں خلافت اور جانشینی نہیں، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے چاہے وہ خاکروب ہو یا چمار، عاشق کو چاہیئے وہی کرے جو معشوق کی رضا ہو، نہ مانگے نہ انکار کرے، یہی تسلیم و رضا ہے۔ ــــــ صدق کو اپنا توشہ بناؤ تمہارا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا اللہ کے واسطے ہو، مرشد رسول اور خدا سے عشق کی مختلف منزلوں سے گذار کر ہی سالک کو اکمل بنایا جاتا ہے اسی لئے ہر دانشور صوفی اور سالک اپنے عشق کی شدت کا اظہار کرتے کرتے شعر کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے، چنانچہ "تصوف برائے شعر گفتن خوب است" کے مصداق اگر شاعر صوفی بھی ہو یا صوفی شاعر بھی ہو تو عقیدت اور محبت دست بگریباں ہو کر شعری توتوں اور روحانی محسوسات میں اتصال پیدا کر کے اضطراری کیفیت پیدا کر دیتے ہیں ۔ لہذا رومی، حافظ شیرازی، جامی، ولی، سراج اورنگ آبادی مظہر جانجاناں، خواجہ میر درد، خواجہ میر اثر، نیاز بریلوی، بیدم شاہ وارثی جیسے صوفی شاعر ہمارے ادب کے نمائندہ شاعر ہیں اور ان کی تخلیقات ادبِ عالیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے خونِ دل میں انگلیاں ڈبو کر شعر لکھے ہیں۔ بقول خواجہ میر درد کے ۔ ؎

ہر دم دلِ بیتاب مرا درد کرے ہے
ہر نغمہ نکل آئے جوں آہنگِ ہوا پر

قدسیوں میں ہے شمارِ خادمانِ وارثؒ
رشکِ فردوسِ بریں ہے آستانِ وارثؒ

دل کے ذروں کو وہیں لے چل اڑا کر اے صبا
جس جگہ ہو خاکپائے عاشقانِ وارثؒ

عالمِ میثاق میں پی تھی شرابِ معرفت
ہوش میں اب تک نہیں ہیں میکشانِ وارثؒ

عرصۂ محشر میں بھی اُن پر نہیں خوف و ہراس
پھر رہے ہیں جھومتے دیوانگانِ وارثؒ

دین و ملت سے جدا ہیں یاں کے آئین و طریق
یعنی دنیائے محبت ہے جہانِ وارثؒ

پنجتنؑ کے نام کا طغرا ہے خطِ نور میں
دور سے چمکیگا محشر میں نشانِ وارثؒ

پھر تو بیدمؔ منزلِ مقصود تک پہنچیں گے ہم
بن گئے جب مٹ کے گردِ کاروانِ وارثؒ

دیوہ شریف

دل اڑائے لئے جاتی ہے ہوا دیوے کی
آتی جلتی ہے مدینہ سے فضا دیوے کی
برہمن کاشی پہ صدقے ہیں تو کعبہ پہ شیوخ
اور ہم خیر مناتے ہیں صدا دیوے کی
میرے ہر ذرّے کو پابوسیٔ وارث ہو نصیب
خاک بھی مجھ کو بنائے تو خدا دیوے کی
حشر تک ہوش میں آنا نہیں ممکن ان کا
پی چکے ہیں جو مئے ہوشربا دیوے کی
نکہت گیسوئے وارث میں بسی ہے ہمدم
بوئے عرفاں سے معطر ہے صبا دیوے کی

تمہید تمنا ہے نہ عنوانِ تمنا
ناکامی ہے اک مطلعِ دیوانِ تمنا
اک دل تھا سو ہم کر چکے قربانِ تمنا
اب بے سر و سامانی ہے سامانِ تمنا

پنہاں دُرِ یکتا کی طرح تھی یہ صدف میں
نکلی مرے دل سے تو بڑھی شانِ تمنا

یا رب یہ دلِ مشتاق کا ٹوٹے نہ سہارا
گل ہو نہ کبھی شمعِ شبستانِ تمنا

سینہ جو ہوا چاک تو ارمان نکل آئے
آزاد ہوئے سارے اسیرانِ تمنا

یہ آخری ہچکی تھی مریضِ شبِ غم کی
یا ٹوٹا ہے قفلِ درِ زندانِ تمنا

داغِ دلِ بیدم کی چمک ہی نہیں جاتی
بجھتی ہی نہیں شمعِ شبستانِ تمنا

تصور کی حدوں سے بڑھ گیا ذوقِ نظر اپنا
کہ دھوکہ ہو گیا اکثر تری تصویر پر اپنا

مقامِ عاشقی اے بوالہوس ہے دور تر اپنا
کہاں یہ منظرِ پستی کہاں اوجِ نظر اپنا

وہ زلفیں خواب میں ہم دیکھ کر جاگے تو کیا دیکھا
کہ اک تقدیر پر ہے ہاتھ اک زنجیر پر اپنا

جلا کر خرمنِ ہستی کو ان کی دید کر اے دل
تماشا آج تو بھی دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

نظر آئیں گی رنگِ حسن میں سو عشق کی شانیں
نکھر کر اور کچھ ہو جائے گا ذوقِ نظر اپنا

فرازِ عرش سے کچھ دور پہنچیں وسعتیں دل کی
بھلا اس تنگنائے دہر میں کیا ہو گذر اپنا

فلک پر ڈھونڈتے ہیں ہم وہ امین پر چمکتی ہے
یہ معیارِ تجلی ہے وہ معیارِ نظر اپنا

ضرور اک دن وہ ہمدم ہمکنارِ آرزو ہونگے
ہمیں کیا لینے جانا ہے دعا اپنی اثر اپنا

نہ محراب حرم سمجھے نہ جانے طاق بتخانہ
جہاں دیکھی تجلّی ہوگیا قربان پروانہ

بنائے میکدہ ڈالی جو تو نے پیر میخانہ
تو کعبہ ہی رہا کعبہ نہ پھر بتخانہ بتخانہ

خدا پوری کرے یہ حسرت دیدار کی حسرت
کہ دیکھوں اور ترے جلووں کو دیکھوں بیحجابانہ

سجا کر لختِ دل سے کشتیٔ چشمِ تمنّا کو
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کر یہ نذرانہ

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے
کہ اپنا ہی رہا اپنا نہ اب بیگانہ بیگانہ

جلا کر شمع پروانے کو ساری عمر روتی ہے
اور اپنی جان دے کر چین سے سوتا ہے پروانہ

کسی کی محفلِ عشرت میں پیہم دور چلتے ہیں
کسی کی عمر کا لبریز ہونے کو ہے پیمانہ

یہ لفظِ سالک و مجذوب کی ہے شرح اے بیدمؒ
کہ اک ہشیارِ ختم المرسلینؐ اور ایک دیوانہ

مرے دردِ نہاں کا حال محتاجِ بیاں کیوں ہو
جو لفظوں کا ہو مجموعہ وہ میری داستاں کیوں ہو

بہہ کر خونِ دل آنکھوں سے اشکوں میں نہاں کیوں ہو
انہیں حاصل دردِ محبت رائیگاں کیوں ہو

لحد پہ آکے میری خاک سے دامن کشاں کیوں ہو
نہیں معلوم تم اس درجہ مجھ سے بدگماں کیوں ہو

ترا جلوہ جو ہستی ہے تو پھر قیدِ نظر کیسی
مری ہستی جو پردہ ہے تو یہ بھی درمیاں کیوں ہو

مٹا دو شوق سے آکر مٹا دو میری تربت کو
جو تم پر مر مٹا ہو اس کا اتنا بھی نشاں کیوں ہو

کہاں ایمان کس کا کفر اور دیر و حرم کیسے
ترے ہوتے ہوئے اے جاں خیالِ دو جہاں کیوں ہو

نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے
قفس کے رہنے والوں کو خیالِ آشیاں کیوں ہو

ترے تیروں نے بیدمؔ کو حیاتِ جاوداں بخشی
حیاتِ جاوداں کا نام مرگِ ناگہاں کیوں ہو

وہ جام کیوں مجھے پیرِ مغاں نہیں ملتا
کہ جس کے پینے سے اپنا نشاں نہیں ملتا

مٹانے والوں نے کچھ اس طرح مٹا یا ہے
کہ قبر کا بھی ہماری نشاں نہیں ملتا

نہ پوچھ مجھ سے نشیب و فراز منزلِ عشق
زمیں ملتی ہے تو آسماں نہیں ملتا

عدم سے آئے تھے دنیا کو سن کے بزمِ سرور
مگر یہاں تو کوئی شادماں نہیں ملتا

تمہارے ڈھونڈنے والے کچھ ایسے کھوئے ہیں
کہ ان کو آپ ہی اپنا نشاں نہیں ملتا

مجھی کو تختۂ مشقِ ستم بناتا ہے
تجھے بھی اور کوئی آسماں نہیں ملتا

ہمارا کھونا ہی گویا تمہارا پانا تھا
کہ تم ملے تو ہمارا نشاں نہیں ملتا

ہمیں ہیں کچھ نہیں بیدمؔ یہ کیوں نہیں کہتے
یہ کیا کہا کہ کوئی قدرداں نہیں ملتا

تم ہو میری قسمت رسا ہو
دردِ دل، دردِ دل کی دوا ہو
سارے عالم سے بیگانہ ہو لے
پھر کوئی یار کا آشنا ہو
بے ترے ساقیا مئے تو مے ہے
زہر سمجھوں جو آبِ بقا ہو
دل مِٹے بھی تو تیری گلی میں
خاک ہو تو تری خاکِ پا ہو
اس کا نام و نشاں پوچھنا کیا
جو تری راہ میں مٹ گیا ہو
میری مشکل کو آسان کردو
یا علیؑ آپ مشکل کشا ہو
زندگی ختم ہو تیرے غم میں
یاد میں تیری بیدمؒ فنا ہو

کھینچی ہے تصور میں تصویر ہم آغوشی
اب ہوش نہ آنے دے مجھ کو مری بے ہوشی

میں سازِ حقیقت ہوں دمسازِ حقیقت ہوں
خاموشی ہے گویائی گویائی ہے خاموشی

اسرارِ محبت کا اظہار ہے ناممکن
ٹوٹا ہے نہ ٹوٹے گا قفلِ درِ خاموشی

ہر دل میں تجلی ہے ان کے رخِ روشن کی
خورشید سے حاصل ہے ذروں کو ہم آغوشی

یاں خاک کا ذرہ بھی لغزش سے نہیں خالی
میخانۂ دنیا ہے یا عالمِ بے ہوشی

ہاں ہاں مرے عصیاں کا پردہ نہیں کھلنے کا
ہاں ہاں تری رحمت کا ہے کام خطا خاموشی

اس پردے میں پوشیدہ لیلائے دو عالم ہے
بے وجہ نہیں بیدمؔ کعبے کی سیہ پوشی

ہلاکِ تیغِ جفا یا شہید ناز کرے
ترا کرم ہے جسے جیسے سرفراز کرے

ہر ایک ذرہ ہے عالم کا گوش بر آواز
تو پھر کہاں پہ کوئی گفتگوئے راز کرے

تجلیاں جسے گھیرے ہوں تیرے جلووں کی
وہ دیر و کعبہ میں کیا خاک امتیاز کرے

محال ترکِ خیالِ نجات ہے لیکن
وہ بے نیاز جسے چاہے بے نیاز کرے

مرے کریم جو بے مانگے تجھ سے پاتا ہو
وہ جا کے کیوں کہیں دستِ طلب دراز کرے

یہ حسن و عشق کا ہے اتحادِ یک رنگی
وہی ہے مرضیٔ محمود جو ایاز کرے

بنائے زندۂ جاوید یا رکھے بیدمؔ
مرے سر آنکھوں پہ جو کچھ نگاہِ ناز کرے

اپنی ہمہ گیر خصوصیات کی بدولت وارثیہ سلسلہ سے یوں تو ہر مزاج، ہر قماش، ہر عقیدے اور ہر نظریئے کے لوگ منسلک رہے ہیں لیکن دانشور طبقہ اس سلسلہ سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ حیاتِ وارث کے مصنف جناب شیدا میاں نے بیدم شاہ وارثی، میاں صاحب اوگھٹ شاہ صاحب وارثی، منشی خدا بخش شائق، مولانا عقیل وارثی لکھنوی، رحیم شاہ وارثی، حکیم سیّد عبدالآد شاہ وارثی، مولوی لطافت حسین صاحب وارثی، شیخ امین الدین وارثی، شیخ علی حسین وارثی نواب، سیّد غنی حیدر وارثی وکیل وغیرہ کو دربارِ وارث کے خاص الخاص شاعروں میں شمار کیا ہے۔ ان شاعروں کی اہمیت اور انفرادیت ثابت کرنے کے لئے شیدا میاں نے ان حضرات کا جداگانہ تعارف بھی کرایا ہے چنانچہ میاں صاحب قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"غرض اخوانِ ملّت کو فن شاعری سے غیر معمولی مناسبت ہونے کا سبب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عرضِ حال کے واسطے یہ بہترین طریقہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی بھرایونی جو حضور قبلۂ عالم کے قدیم خرقہ پوش فقیر ہیں ان کا بھی نصب العین یہی دیکھا کہ اپنے قیام کے زمانے میں اکثر تنہائی کے وقت صوفیائے کرام کے چیدہ چیدہ دو اشعار

اسیری میں اٹھائے لطف باغِ آشنائی کے
رہائی کے تصور میں مزے لوٹے رہائی کے

جدائی تابکے آخر کوئی حد بھی جدائی کی
گنے کوئی کہاں تک انگلیوں پر دن جدائی کے

اگر چشمِ حقیقت بیں سے دیکھیں دیکھنے والے
بتوں میں بھی نظر آتے ہیں جلوے کبریائی کے

حسینوں کا گدا ہوں حسن والوں کا بھکاری ہوں
میری آنکھیں نہیں ہیں دونوں کاسے ہیں گدائی کے

کہاں کا شورِ محشر وعدۂ فردا نے چونکایا
ابھی سوئے تھے ہم جاگے ہوئے شامِ جدائی کے

ثبوتِ زندگی اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا
نشاں ہیں ان کے سنگِ در پہ میری جبہہ سائی کے

طلوعِ آفتابِ حشر ہونے ہی کو ہے بیدم
چراغ اب بجھنے والے ہیں میری شامِ جدائی کے

ہوا ختم ہستی کا میری فسانہ
بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ
ادا ہو نماز اپنی یوں پنجگانہ
مرا سر ہو اور یار کا آستانہ
مرے غمکدہ میں وہ آئیں تو اک دن
لٹا دوں گا میں حسرتوں کا خزانہ
خرد نے جہاں مصلحت پر نظر کی
لگا یاد ہیں عشق نے تازیانہ
ابھی جس کو بجلی جلا کر گئی ہے
اسی شاخ پر تھا مرا آشیانہ
ہمیں کعبہ و بتکدہ سے غرض کیا
سلامت رہے یار کا آستانہ
نہ ہنستے بنے اور نہ روتے ہی ہمدم
محبت کا ہے کچھ عجب کارخانہ

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہے
جب سے سنا ہے یار لباسِ بشر میں ہے

بس اک فروغِ نقشِ کفِ پا کے فیض سے
ہر ذرہ آفتاب تیری رہ گذر میں ہے

اللہ خیر میرے دلِ بیقرار کی
انداز یاس کا نگہہ نامہ بر میں ہے

خود بینیوں کی آنکھ ملی چشمِ ذوق کو
میری نظر بھی آج تمہاری نظر میں ہے

بننے سے پہلے ساغرِ مے ٹوٹ جاتے ہیں
کیا محتسب کی خاک کفِ کوزہ گر میں ہے

غربت میں بھی خیالِ وطن ساتھ ساتھ ہے
یہ بھی نہ ہو تو کس کا سہارا سفر میں ہے

بیدمؔ یہ جستجو بھی عجب ہے عجب تلاش
نکلے ہیں ڈھونڈنے کو اسے ہم جو گھر میں ہے

لڑکھڑاتا کیوں ہے آخر بزم میں پیمانہ آج
یاد آئی کیا کسی کی لغزشِ مستانہ آج

ان کے آتے ہی ہوئی کیا حالتِ میخانہ آج
شیشہ پر شیشہ گرا، پیمانہ پر پیمانہ آج

مست ہو جانے پہ بھی ساغر نہ چھوٹے ہاتھ سے
تیرے ہاتھوں لاج ہے اے لغزشِ مستانہ آج

ہو نہ ہو میرے ہی سوزِ عشق کا مذکور ہے
شمع سے کچھ کہہ رہا ہے بزم میں پروانہ آج

دل جگر دونوں ہی مشتاقِ شہادت ہیں مرے
اے نگاہِ یار کوئی وار ہو ترکانہ آج

ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ بجھ گئی دل کی لگی
شمع کے دامن سے لپٹا رہ گیا پروانہ آج

اٹھ گئے ہمدمؔ کی آنکھوں سے حجاباتِ دوئی
ایک ہے اس کی نظر میں کعبہ و بت خانہ آج

دارُوئے دردِ نہاں راحتِ جانی صنما
عیسٰی مردہ دلاں یوسفِ ثانی صنما

تیرے صدقے مری جاں تجھ پہ مرا دل بھی نثار
وارثِ کون و مکاں فخرِ زمانی صنما

تیرا ہر جلوہ ہے آئینۂ اسرارِ ازل
تیری صورت میں ہیں انوار معانی صنما

دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
کہ یہی داغ تو ہیں تیری نشانی صنما

تو ہی جب قصۂ غم سے مرے گھبراتا ہے
پھر سنے کون مرے غم کی کہانی صنما

تا کجا اشک بجھائیں گے مرے دل کی لگی
پھونکے دیتا ہے مجھے سوزِ نہانی صنما

وقفِ سجدہ ہے ترے در پہ جبینِ بیدمؔ
قبلۂ دل صنما کعبۂ جانی صنما

خود اپنے جلوۂ ہستی کا مبتلا ہوں میں
نہ مدعی ہوں کسی کا نہ مدعا ہوں میں

پڑا ہوا ہوں جہاں جس طرح پڑا ہوں میں
جو تیرے در سے نہ اٹھے وہ نقش پا ہوں میں

تجلیات کی تصویر کھینچ کر دل میں
تصورات کی دنیا بسا رہا ہوں میں

جنونِ عشق کی نیرنگیاں ارے توبہ
کبھی خدا ہوں کبھی بندۂ خدا ہوں میں

حیات و موت کے جلوے ہیں میری ہستی میں
تغیراتِ دو عالم کا آئینہ ہوں میں

مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے دیکھنے والے
تو آئینہ ہے مرا تیرا آئینہ ہوں میں

میں مٹ گیا ہوں تو پھر کس کا نام ہے بیدم
وہ مل گئے ہیں تو پھر کس کو ڈھونڈھتا ہوں میں

کتنا سکونِ خاص تھا دستِ حسین ساز میں
رنگِ نمود بھر دیا جلوۂ دل نواز میں

حضرتِ عشق کے طفیل ہو گئیں خانہ جنگیاں
برقِ نظارہ سوز میں چشمِ نظارہ ساز میں

یہ بھی دکھا دے اے صبا صدقہ کسی نگاہ کا
میری وفا کے پھول ہوں یار کے دستِ ناز میں

دیکھ تو اے صبا مرا سجدۂ شوق تو نہیں
آج ہے ایک پائے بوس ان کے حریمِ ناز میں

خنجرِ ناز کو ہو کیوں اور کسی سے واسطہ
یا وہ میرے گلے پہ ہو یا ترے دستِ ناز میں

یار کے پائے ناز پر سجدے ہیں اور جبینِ شوق
میری یہی نماز ہے میں ہوں اسی نماز میں

بیدمؔ خستہ خاک بھی تیری نہ بے ادب رہے
ذرّے نہ اڑ کے جا ملیں گردِ رہِ حجاز میں

آنکھوں کی راہ سے مرے دل میں اتر گئی
میرا تو فیصلہ نگہِ ناز کر گئی

آئی اُدھر بہارِ جوانی اُدھر گئی
برباد کرنے آئی تھی برباد کر گئی

اس رشکِ آفتاب کو دیکھا ہے خواب میں
سجدہ ہوا حرام نمازِ سحر گئی

پہلے بھی تیغِ ناز چمکنے میں برق تھی
میرے لہو میں ڈوب کے رونق نکھر گئی

سنتے چھُٹے کہ راہِ محبت میں مر گیا
اور مر کے ساتھ ہی خلشِ درد مر گئی

رونے سے تیرے بھانپ لیا سب نے مرا حال
محفل میں آبرو مری اے چشمِ تر گئی

شیرازۂ سکون پریشان ہو گیا
ہمدمؔ بیاضِ حسرت و ارماں بکھر گئی

میکشو مشربِ رندانہ مبارک باشد
بیعتِ مرشدِ مے خانہ مبارک باشد

آج ہے عید ترے دیدۂ دیدار طلب
یار ہے زینتِ کاشانہ مبارک باشد

زخمہائے دلِ صد چاک مبارک ہم کو
یار کو غمزۂ ترکانہ مبارک باشد

میکدہ کھلتے ہی رحمت کی گھٹائیں آئیں
گردشِ ساغر و پیمانہ مبارک باشد

یا خدا طالب اکسیر کو اکسیر ملے
ہم کو خاکِ درِ جانانہ مبارک باشد

آئینہ خانہ بنا عالمِ صورت بیدمؔ
لطفِ نظارۂ جانانہ مبارک باشد

مبارک ساقی مستاں مبارک
فروغ مجلس رنداں مبارک

جبینِ شوق کے سجدوں پہ سجدے
تجھے سنگِ درِ جاناں مبارک

تجلّی جمال روئے جاناں
تجھے اے دیدۂ حیراں مبارک

ادائے دلبری و دل نوازی
تجھے اے خسروِ خوباں مبارک

ردائے خواجگی تاجِ ولایت
تمہیں اے مرشدِ دوراں مبارک

کسی کے زخمہائے دل کو یارب
کسی کی جنبشِ مژگاں مبارک

درِ وارث پہ ہے بیدم کا بستر
تری جنت تجھے رضواں مبارک

جن کے مضامین اپنے حسبِ حال ہوتے تھے پُرسوز لہجہ میں سرکارِ عالم پناہ کو سُناتے تھے اور جب یہ عمل مفید ثابت ہوا اور شوق کی تحریک ہوئی تو رفتہ رفتہ طبیعت موزوں ہوگئی اور اپنے تخیلات کا نظم کے پردہ میں اظہار کرنے لگے "

(حیاتِ وارث ص۴۷)

حاجی حضرت اوگھٹ شاہ صاحب اپنے خود نوشت حالات "رشحات الانس" میں اپنی کامیابی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں مثلاً آخری ایام میں وارثِ پاک کی خوراک کم ہوتی جاتی تھی۔ آپ مرشد کے کھانا تناول فرمانے کے وقت مشائخین کا عاشقانہ کلام اور بعض مجاہدین کے تذکرے یا قلندرانہ مذاق کے کچھ جُملے سُنانے لگے تاکہ موصوف دو چار لقمے زیادہ تناول فرمالیں۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے والد ماجد کا کلام سُنایا کافی محظوظ ہوئے اور فرمایا " وہ فقیر تھے "۔ حضرت امیر خسروؒ کا کلام زیادہ پسند فرماتے تھے اور اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے " مُرید ہو تو ایسا ہو " قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب نے پیرو مرشد کے اس رمز کو پالیا تھا۔ آپ نے آخر تک اپنی تحریر و تقریر اور اپنے کردار و گفتار ہر طریقہ سے امیر خسروؒ کا رول ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دربار وارثیہ کے مقرّب ترین فقرا اور شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا مجموعۂ کلام ۱۳۲۷ھ میں فیضانِ وارثی المعروف بہ زمزمۂ قوالی کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۳۵۰ھ

اگر کعبہ کا رخ بھی جانب میخانہ ہو جائے
تو پھر سجدہ مری ہر لغزشِ مستانہ ہو جائے

یہ اچھی پردہ داری ہے یہ اچھی رازداری ہے
کہ جو آئے تمہاری بزم میں دیوانہ ہو جائے

تری سرکار میں لایا ہوں ڈالی حسرتِ دل کی
عجب کیا ہے مرا منظور یہ نذرانہ ہو جائے

وہ سجدے جن سے برسوں ہم نے کعبہ کو سجایا ہے
جو بتخانے کو مل جائیں تو پھر بتخانہ ہو جائے

کسی کی زلف بکھرے اور بکھر کر دوش پر آئے
دلِ صد چاک الجھے اور الجھ کر شانہ ہو جائے

سحر تک سب کا ہے انجام جل کر خاک ہو جانا
بنے محفل میں کوئی شمع یا پروانہ ہو جائے

وہ مے دیدے جو پہلے شبلیؒ و منصور کو دی تھی
تو بیدمؔ بھی نثارِ مرشدِ میخانہ ہو جائے

تیری چشمِ مست کا ساقی اثر آنکھوں میں ہے
نشہ تو بھرپور ہے مجھ کو مگر آنکھوں میں ہے
تو جسے تکتا ہے اے تیر نظر آنکھوں میں ہے
اب جگر میں کیا ہے، کچھ خون جگر آنکھوں میں ہے
یاد ہے ہاں یاد ہے وہ برہمیِ بزم ناز
ہاں ابھی تک وہ قیامت کی سحر آنکھوں میں ہے
دیکھ کر درد جگر آنکھیں چرا لیں یار نے
ہو نہ ہو کچھ چارۂ دردِ جگر آنکھوں میں ہے
کیوں نہ ہو اب آسماں پر اپنی آنکھوں کا دماغ
جانتے ہو کس کی خاکِ رہ گذر آنکھوں میں ہے
لگ گئیں، مارا، پھریں، بسمل کیا، بے دم کیا
اللہ اللہ کس قیامت کا اثر آنکھوں میں ہے

بھر دیا دامنِ مراد رُخ سے نقاب اٹھا دیا
جتنی تھی آرزو مجھے اس سے کہیں سوا دیا
کیا کہیں اس نگاہ نے کیا لیا اور کیا دیا
ہم جو کچھ لیا لیا اس نے جو کچھ دیا دیا
اپنے مریض ہجر کا خوب علاج کر گئے
سینہ پہ رکھ کے دست ناز درد جگر بڑھا دیا
میری فغاں سے بارہا آیا زمیں پہ زلزلہ
جب کبھی دل سے آہ کی عرش بریں ہلا دیا
مجھ کو مٹا کے یار نے قبر بھی دی مری مٹا
نام وفا کے ساتھ ساتھ نقش وفا مٹا دیا
صورت شمع بزم ہوں میری فنا بقا ہی کیا
شام ہوئی جلا دیا صبح ہوئی بجھا دیا
بیدمؔ زار کی اگر آہ کا ڈال نہیں اثر
پھر کہو خواب ناز سے کس نے انہیں جگا دیا

اک ذرا سی بات کا افسانہ گھر گھر ہو گیا
چار حرف آرزو تھے جن کا دفتر ہو گیا

قیدی زندانِ غم اس درجہ خود سر ہو گیا
سر جہاں دیوار سے مارا وہیں در ہو گیا

میرے دل کے راز کا اظہار سب پر ہو گیا
جو نہ ہونا تھا وہی اے دیدۂ تر ہو گیا

تشنہ کامانِ قضا پی پی کے سب چلتے ہوئے
چلتے چلتے ان کا خنجر دور ساغر ہو گیا

خود نمائی کرتے کرتے اب خدا بننے لگے
بتوں کا حوصلہ اللہ اکبر ہو گیا

سو بہاریں اس مسرت اس تبسم کے نثار
آج دامانِ سحر پھولوں کی چادر ہو گیا

برہمی کی کوئی حد بھی اے مزاجِ زلفِ یار
کیا بگڑ جانے ہی میں تو میرا مقدر ہو گیا

ہوتے ہوتے ہو گئی برہم وہ بیدمؔ بزمِ ناز
دیکھتے ہی دیکھتے سامانِ محشر ہو گیا

ساتھ دے کون ترے عشق میں وحشت کے سوا
کوئی ٹھہرے تو کہاں کُنجِ ملامت کے سوا

یہی تقویٰ ہے یہی زہد یہی حُسنِ عمل
کوئی سرمایہ نہیں تیری محبت کے سوا

وائے ناکامیٔ قسمت کہ وہ فرماتے ہیں
اور باتیں کرو اظہارِ محبت کے سوا

عرصۂ حشر میں ہے شور کہ وہ آتے ہیں
یہ تو ایک اور قیامت ہے قیامت کے سوا

اس قدر مشقِ تصور ہو مری آنکھوں کو
کہ نظر آئے نہ کچھ یار کی صورت کے سوا

ہے یہی میکدۂ پیرِ مغاں کی تعلیم
شغل کوئی نہیں شغلِ مئے الفت کے سوا

شوق سے آتشِ فرقت جگر و دل کو جلا
پھونک دے پھونک دے سب اس کی محبت کے سوا

شیخ کی باتوں میں بیدمؔ مرا جی کیا بہلے
اس کو آتا نہیں کچھ دوزخ و جنت کے سوا

بیگانگیٔ دل کے افسانے کو کیا کہئے
اپنا نہ ہوا اپنا بیگانے کو کیا کہئے

جب دونوں ہی روشن ہیں اک تیری تجلّی سے
پھر کعبہ تو کعبہ ہے بت خانے کو کیا کہئے

ان مست نگاہوں کی تاثیر معاذ اللہ
گردش میں زمانہ ہے پیمانے کو کیا کہئے

اے مشعلِ بزمِ دل۔ اے شمعِ حریمِ جاں
سب تجھ پہ تصدق ہیں پروانے کو کیا کہئے

آتے ہیں ستانے کو جاتے ہیں رلانے کو
اس آنے کو کیا کہئے اس جانے کو کیا کہئے

فرقت میں جدھر دیکھو وحشت سی برستی ہے
جب گھر کا یہ عالم ہے ویرانے کو کیا کہئے

وہ رو کے مرا ابدمؔ دامن سے لپٹ جانا
اور ان کا یہ فرمانا دیوانے کو کیا کہئے

اپنی ہستی کا اگر حسن نمایاں ہو جائے
آدمی کثرتِ انوار سے حیراں ہو جائے

تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جائے
ورنہ مشکل ہے کہ مشکل مری آساں ہو جائے

او نمکپاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم
بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمکداں ہو جائے

دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دیدے
کہ مجھے شکوۂ کوتاہیٔ داماں ہو جائے

اس سیہ بخت کی راتیں بھی کوئی راتیں ہیں
خوابِ راحت بھی جسے خوابِ پریشاں ہو جائے

خواب میں بھی نظر آ جائیں جو آثارِ بہار
بڑھ کے دامن سے ہم آغوشِ گریباں ہو جائے

آخری سانس بنے زمزمہ ہو اپنا
سازِ مضرابِ فنا تارِ رگِ جاں ہو جائے

تو جو اسرارِ حقیقت کہیں ظاہر کر دے
ابھی بیدمؔ رسن و دار کا ساماں ہو جائے

کاش سمجھے مرا سوزِ غمِ پنہاں کوئی
گل کرے آ کے چراغِ تہِ داماں کوئی

زلزلوں سے نہ لحد کے ہو پریشاں کوئی
ڈال دے قبر پہ خاکِ درِ جاناں کوئی

حشر کے دن کی درازی کا بھرم کھل جائے
دیکھ لے آ کے جو طولِ شبِ ہجراں کوئی

داغہائے غمِ جاناں سے ہے سینہ گلزار
باغِ عالم میں ہے فردوس بداماں کوئی

ناوک انداز تجھے اپنی اداؤں کی قسم
ترکشِ ناز میں رہ جائے نہ پیکاں کوئی

لاکھوں آزادیاں اس ایک اسیری پہ نثار
آئے پہنچانے کو جب تا درِ زنداں کوئی

پردۂ ہستیِ موہوم اٹھا دے بیدمؔ
دیکھے پھر تیری طرح جلوۂ جاناں کوئی

قلبِ مضطر سے سنی جب داستانِ آرزو
بجلیاں کرنے لگیں شرح بیانِ آرزو

کس قدر پر درد ہے میرا بیانِ آرزو
رو دیا سننے جو بیٹھا داستانِ آرزو

کیوں نہ پھر سُن سُن کے ہر گل چاکِ پیراہن کرے
لے اڑی بلبل مرا طرزِ بیانِ آرزو

رعبِ حسنِ یار سے محفل میں ہم خاموش ہیں
دیدۂ حیرت زدہ ہے ترجمانِ آرزو

کل زمینِ آرزو تھی رشکِ چرخِ ہفتمیں
فرش پا انداز ہے اب آسمانِ آرزو

سن لیا اس نے جو کچھ ہم نے دمِ آخر کہا
تھی نگاہِ واپسیں گویا زبانِ آرزو

اے دلِ مضطر ترے دم تک ہے بس دم کی حیات
تو مٹا تو مٹ گیا نام و نشانِ آرزو

یہ نہیں معلوم کوئی زینت آغوش ہے
بے نیاز ہوش کتنا بے نیاز ہوش ہے
عرض حال دل کا اس کی بزم میں اک جوش ہے
دفتر صد آرزو گویا لب خاموش ہے
ایسے کھوئے ہیں کہ اپنا ہے نہ بیگانے کا ہوش
فکر فردا ہے نہ مستوں کو خیال دوش ہے
جلوہ گہ ہے ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش ہے
عرصۂ محشر میں ایک طوفان برپا کر دیا
قطرۂ خون دل عاشق میں کتنا جوش ہے
وہ کہیں پچھلے پہر آئیں گے پھر فاتحہ
شام ہی سے آج تو شمع لحد خاموش ہے
ایک ہمدم رہی نہیں تیار مرنے کے لئے
جو ترے کوچہ میں ہے اے جاں کفن بردوش ہے

میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا "شہاب ثاقب" اور "رشحات الانس" اپنے اپنے سلسلہ کی نثر میں آپکی معرکۃ الآرا تصانیف ہیں، حکیم ضمیر احمد صاحب وارثی بچھرایونی، شیخ محبوب علی صاحب وارثی مخمور، مولوی عبدالرشید صاحب بچھرایونی ابوذر وارثی سنبھلی اور بیدم شاہ صاحب وارثی نے آپ کے کلام کو "گنجینۂ عرفان" عشق و محبّت کی کان، نکات فقر و تصوّف کی جان، خوانِ ذوق و حضور، مائدۂ لطف و سرور، فیضِ سخن سے سرسبز، ہدایت و تعلیم و فقر و تصوّف سے لبریز، عشق و محبّت سے انگیز، آئینہ مجازی میں حقیقت کا پرتو، ہر حرف دُرِ شہوارِ معانی، ہر لفظ گلدستۂ چمنِ اسرارِ یزدانی، ہر مصرعہ قد زیبائے یارِ، ہر غزل گنجینہ ہا معرفتِ کردگار، حسن معانی کی شفق، طالبوں کو راہِ عشق دکھانے والا، وادئ اُلفت کا لق و دق میدان طے کرانے والا، مخزنِ عشق، منبع الفت، چشمۂ آبِ عشق و فقر و بقا، فصیحٌ بلیغٌ، مبینٌ، اجیدٌ کہا ہے اور یہ صرف شاعرانہ تعریفیں ہی نہیں ہیں بلکہ کلام الملوک، ملوک الکلام پر صادیں ہیں۔

حضرت بیدم شاہ صاحب وارثی کی شاعری بھی بالکل اسی طرح وجود میں آئی، پیر و مرشد سرکار وارث کی توجہ مبذول کرانے کے لئے آپ نے بھی اپنے جذبات کو شعر کا جامہ پہنایا اور اس میں اتنا کمال حاصل کیا کہ آج صوفی شاعروں کے سرتاج نظر آتے ہیں۔ عرسوں اور مجلسوں کی کوئی قوالی آپ کے کلام کے بغیر نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ شروع میں دوسروں کی غزلیں یاد کر کے گنگناتے تھے کہ خود شعر کہنے

ہتھیلی پر لئے سر عشق کے دربار میں آیا
میں جس سرکار کا بندہ تھا اس سرکار میں آیا
یہ کیفیت کہاں دیر و حرم کی سجدہ گاہوں میں
جو لطف جبہہ سائی آستان یار میں آیا
نشیمن ہے نہ وہ گل ہیں نہ شاخ آشیاں باقی
قفس سے چھوٹ کر ناحق ہی میں گلزار میں آیا
غم ناکامیٔ قسمت کی دنیا سے شکایت کیا
وہی بہتر ہے جو بیدم مزاج یار میں آیا

تیغ کھینچی اس نے اور تیور بدل کر رہ گیا
آج بھی شوقِ شہادت ہاتھ مل کر رہ گیا
نزع میں بیمارِ غم کروٹ بدل کر رہ گیا
جب کہا اس نے سنبھل سنبھلا سنبھل کر رہ گیا
طفلِ اشک آنکھوں سے نکلا خونِ دل کے ساتھ ساتھ
ان کے دامن پر پڑا۔ مچلا مچل کر رہ گیا
آتشِ رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دیدِ موسیٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا
رازِ دل کا پردہ رکھا رعبِ حسنِ یار نے
حرفِ مطلب منہ سے نکلا اور نکل کر رہ گیا
یادِ جاناں ہیں تری شعلہ مزاجی کے نثار
دل میں جو کچھ تھا سوا تیرے وہ جل کر رہ گیا
سوز و سازِ عشق کا انجام ہمدمؔ دیکھ لو
شمع ٹھنڈی ہوگئی پروانہ جل کر رہ گیا

کاش مجھ پر ہی مجھے یار کا دھوکا ہو جائے
دید کی دید تماشے کا تماشا ہو جائے

دیدۂ شوق کہیں راز نہ افشا ہو جائے
دیکھ ایسا نہ ہو اظہارِ تمنّا ہو جائے

آپ ٹھکراتے تو ہیں قبرِ شہیدانِ وفا
حشر سے پہلے کہیں حشر نہ برپا ہو جائے

آپ کا جلوہ بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
جس کو آ جائے نظر وہ بھی تماشا ہو جائے

میرا سامان میری بے سروسامانی ہے
مر بھی جاؤں تو کفن دامنِ صحرا ہو جائے

دور ہو جائیں جو آنکھوں سے حجاباتِ دوئی
پھر تو کچھ دوسری دنیا مری دنیا ہو جائے

تو اسے بھول گیا وہ تجھے کیوں کر بھولے
کیسے ممکن ہے کہ بیدمؒ بھی تجھی سا ہو جائے

کعبہ کا شوق ہے نہ صنم خانہ چاہیے
جانانہ چاہیے درِ جانانہ چاہیے

ساغر کی آرزو ہے نہ پیمانہ چاہیے
بس اک نگاہِ مرشدِ میخانہ چاہیے

حاضر ہیں میرے جیب و گریباں کی دھجیاں
اب اور کیا تجھے دلِ دیوانہ چاہیے

عاشق نہ ہو تو حسن کا گھر بے چراغ ہے
لیلیٰ کو قیس شمع کو پروانہ چاہیے

پروردۂ کرم سے تو زیبا نہیں حجاب
مجھ خانہ زادِ حسن سے پردا نہ چاہیے

بادہ کشوں کو دیتے ہیں ساغر یہ پوچھ کر
کس کو زکوٰۃ نرگسِ مستانہ چاہیے

بیدمؔ نمازِ عشق یہی ہے خدا گواہ
ہر دم تصورِ رخِ جانانہ چاہیے

تجلی رخِ روشن کا کیا ٹھکانا تھا
ادھر نقاب اٹھی تھی کہ غش کا آنا تھا
نگاہِ ناز کے تیروں کا کیا ٹھکانا تھا
نظر نظر سے ملی تھی کہ دل نشانا تھا
خیال و خواب ہوئے وہ مزے جوانی کے
عجیب دن تھے عجب سن عجیب زمانا تھا
بجھانے والے بجھاتے کسی کے دل کی لگی
چراغِ ہستیِ عاشق کا کیا بجھانا تھا
قرار گھر میں نہ صحرا میں چین سے بیٹھے
ہمیں تو موت کا پیغام دل کا آنا تھا
سنی جو میری مصیبت کی داستاں تو کہا
کہ پھر کہو یہ بڑے لطف کا فسانا تھا
بہار جاتے ہی دنیا بدل گئی ہمدم
کہ عندلیب کا صحرا میں آشیانا تھا

کاش مری جبینِ شوق سجدوں سے سرفراز ہو
یار کی خاکِ آستاں تاجِ سرِ نیاز ہو

ہم کو بھی پائمال کر عمر تیری دراز ہو
مستِ خرامِ ناز ادھر مشقِ خرامِ ناز ہو

چشمِ حقیقت آشنا دیکھے جو حسن کی کتاب
دفترِ صد حدیثِ راز ہر ورقِ مجاز ہو

سامنے روئے یار ہو سجدہ میں ہو سرِ نیاز
یوں ہی حریمِ ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

اس کے حریمِ ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا
جس کی گلی کی خاک کا ذرّہ جہانِ راز ہو

تیری گلی میں پا کے جا۔ جائے کہاں ترا گدا
کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

بیدمؔ خستہ ہجر میں بن گئی جانِ زار پر
جس نے دیا ہے دردِ دل کاش وہ چارہ ساز ہو

پہلو میں دل ہے دل میں تمنائے یار ہے
آئینہ ہے جہاں وہیں آئینہ دار ہے
آہٹ پہ کان در پہ نظر بار بار ہے
کچھ خبر تو ہے کس کا تمہیں انتظار ہے
اک میں کہ مجھ سے سارے زمانے کو اختلاف
اک تم کہ تم پہ ساری خدائی نثار ہے
تم شوق سے جفا کئے جاؤ ستم کرو
یہ کس نے کہہ دیا کہ مجھے ناگوار ہے
یوں جا رہا ہوں داورِ محشر کے سامنے
سینہ پہ ہاتھ ہاتھ میں تصویرِ یار ہے
نیرنگِ روزگار یہ کس کی نظر نہیں
ہر آنکھ اک مرقعِ لیل و نہار ہے
بیدم رہے ملے جو مجمعِ احباب دل نواز
پھر تو خزاں بھی ہو تو ہماری بہار ہے

دیکھا نگہ لطف سے اس بت نے ادھر آج
کچھ ہو تو چلا ہے مری آہوں کا اثر آج

گم ہو گئے گم کر گئی ساقی کی نظر آج
پہروں نہیں ہوتی ہمیں آپ اپنی خبر آج

یوں ہی جو ترقی پہ رہا درد جگر آج
بیمار ترا دیکھ نہ پائے گا سحر آج

دشمن بھی ہے اور ہم بھی ہیں مشتاق شہادت
اب دیکھیں تری تیغ ادھر ہو کہ ادھر آج

کم تو قیامت سے نہیں صبح شب ہجر
دیتے ہیں خبر حشر کی آثار سحر آج

ہو جائے نہ اس بزم میں اظہار محبت
لے ڈوبیں نہ مجھ کو یہ کہیں دیدۂ تر آج

گلدستہ بخشیں ترا نذرانہ ہے بیدم
گُتھوائے فصاحت کا ہے سہرا ترے سر آج

اس طرف بھی کرم اے رشکِ مسیحا کرنا
کہ تمہیں آتا ہے بیمار کو اچھا کرنا

اے جنوں کیوں لیے جاتا ہے بیاباں میں مجھے
جب تجھے آتا ہے گھر کو مرے صحرا کرنا

جب بجز تیرے کوئی دوسرا موجود نہیں
پھر سمجھ میں نہیں آتا ترا پردا کرنا

یہی دو کام ہیں ناکامِ محبت کے لئے
کبھی ان کا کبھی تقدیر کا شکوا کرنا

پردۂ ہستیِ موہوم ہٹا دو پہلے
پھر جہاں چاہو وہاں یار کو دیکھا کرنا

شکوہ اور شکوۂ محبوب الٰہی توبہ
کفر ہے مذہبِ عشاق میں شکوا کرنا

ایسی آنکھوں کے تصدق مری آنکھیں ہمدم
کہ جنہیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا

کون سا گھر ہے کہ اے جاں نہیں کاشانہ ترا اور جلوہ خانہ ترا
میکدہ تیرا ہے کعبہ ترا بت خانہ ترا سب ہے جانانہ ترا
تو کسی شکل میں ہو میں ترا شیدائی ہوں ترا سودائی ہوں
تو اگر شمع ہے اے دوست میں پروانہ ترا یعنی دیوانہ ترا
مجھ کو بھی جام کوئی پیرِ خرابات ملے تیری خیرات ملے
تا قیامت یوں ہی جاری رہے پیمانہ ترا رہے میخانہ ترا
تیرے دروازے پہ حاضر ہے ترے در کا فقیر اے میرے دل کے امیر
مجھ پہ بھی ہو کبھی الطافِ کریمانہ ترا لطفِ شاہانہ ترا
صدقہ میخانہ کا ساقی مجھے مدہوشی دے خود فراموشی دے
یوں تو سب کہتے ہیں بیدم ترا مستانہ ترا اب ہوں دیوانہ ترا

کے لئے مجبور ہو گئے۔ ان دونوں آتش کے شاگرد رحید مانکپوری کے جانشین نثار اکبر آبادی کا آگرہ میں طوطی بول رہا تھا، بیدم شاہ کا شوق آپ کو آگرہ لے گیا اور نثار اکبر آبادی کے زمرہ میں شامل ہو گئے، بیدم تخلص اختیار کیا۔ وارثِ پاک سے بیعت ہونے پر بیدم شاہ ہو گئے۔ سراج الدین نام تھا۔ جلد ہی "سراج الشعرا، لسان الطریقت" کے خطاب سے نوازے گئے۔ جب کوئی غزل یا منقبت کہی کسی کو سنانے سے قبل آستانہ وارثی پر حاضر ہو کر سنا آتے تھے۔ پھر دوسروں کو سناتے تھے۔

اس کتاب میں اُن کے مجموعوں کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ مصحفِ بیدم کے اوپر تبصرہ فرماتے ہوئے خواجہ حسن نظامی صاحب نے فرمایا تھا:۔

"تصوّف کی بنیاد عشق حقیقی کے اوتار حضرت حاجی صاحب قبلہ تھے اور کلام بیدم میں اس اوتار کا اصلی روپ سمایا ہوا نظر آتا ہے۔ اُردو زبان بحیثیت زبان کے جس قدر ترقی کرے گی اس میں غالب، ذوق وغیرہ کے چرچے بھی ترقی کریں گے کہ وہ اُردو شاعری کے رُوح رواں تھے لیکن کلام بیدم سے بیدم اُردو میں روحانی جان پیدا ہو گی۔"

علامہ بیخود موہانی صاحب کا مطالعہ ہے: "آپ کے اشعار صدق و صفا کے آئینہ دار ہیں اور مہر و وفا کے گنجینہ دار ہیں، خیالات کی بلندی، مضامین کی قدرت طرزِ ادا کی جدّت آپ کا دم بھرتی ہے۔ آپ کے اشعار عاشقانہ سوز و گداز اور

وہ چلے جھٹک کے دامن مرے دستِ ناتواں سے
اسی دن کا آسرا تھا مجھے مرگِ ناگہاں سے

مری طرح تھک نہ جائے کہیں حسرت فسردہ
کہ لپٹ کے چل تو دی ہے وہ غبارِ کارواں سے

مجھے شوق سے تغافل ترا پائمال کر دے
مرا سر اٹھا نہ اٹھے ترے سنگِ آستاں سے

مری بیکسی کا عالم کوئی اس کے جی سے پوچھے
مری طرح لٹ گیا ہو جو بچھڑ کے کارواں سے

نہ ہو پاس پردہ آنکھو نہ یہ پردہ داریاں ہوں،
مری دکھ بھری کہانی جو سنے مری زباں سے

مری چشمِ حسرت آگیں یہ خرابیاں نہ دیکھے
جو قفس کو دور رکھ دے کوئی مرے آشیاں سے

مجھے خاک میں ملا کر مری خاک بھی اڑا دے
ترے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

اسی خاکِ آستاں میں اک دن فنا بھی ہوگا
کہ بنا ہوا ہے سیدؔ مرا اسی خاکِ آستاں سے

جس جگہ یار کا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے
بس وہیں کعبہ اربابِ وفا ہوتا ہے

للہ الحمد کہ اس کوچے کی میں خاک ہوا
ذرہ جس کوچے کا خورشید نما ہوتا ہے

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

زاہدا ہوتی ہے یاں ترک خودی کی تعلیم
میکدہ مدرسۂ اہلِ صفا ہوتا ہے

سر پہ لیتے ہیں قدم خارِ مغیلاں بڑھ کر
دشت پیما جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

خم لگا دے مرے منہ سے ترے میخانے کی خیر
ایک دو جام میں ساقی مرا کیا ہوتا ہے

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد بیدم
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

ہر جا دکھائی دیتا ہے وہ جلوہ گر مجھے
کیا کیا فریب دیتی ہے میری نظر مجھے

سمجھا ہے کوئی پردہ کوئی پردہ ور مجھے
پہچانتی ہے چشمِ حقیقت نگر مجھے

ہنستے تھے وصل میں در و دیوار میرے ساتھ
ہا رو رہے ہیں دیکھ کے دیوار و در مجھے

حسرت بھری نگاہوں کی اللہ رے بے بسی
میں چارہ گر کو دیکھتا ہوں چارہ گر مجھے

ہے بوالہوس مذاقِ طبیعت جدا جدا
آساں جو تجھ کو ہے وہی دشوار تر مجھے

اب دیکھتا ہے کیا مری تربت کو بار بار
پامال کرنے آیا ہے پامال کر مجھے

بیدمؔ میں ایک سازِ خفیفت طراز ہوں
باور نہ ہو تو دیکھ ذرا چھیڑ کر مجھے

نانوالے اب تجھے کیوں ناز ہے
آ۔ درِ چشمِ تمنا باز ہے
عشق مونس عشق ہی دم ساز ہے
عشق میری زندگی کا راز ہے
دیکھ اور چشمِ حقیقت بیں سے دیکھ
ذرہ ذرہ جلوہ گاہ ناز ہے
آدمی کیا ہے جہانِ آرزو
اس کا دل کیا ہے طلسم راز ہے
ہے عبث جرم انا منصور پر
یہ تو بیدم دور کی آواز ہے

نہ سنو میرے نالے ہیں درد بھرے دارد اثرے آہِ سحرے

تمہیں کیا جو کوئی مرتا ہے مرے اے دشمنِ جاں بیدادگرے

تری سرمگیں آنکھوں کے صدقے نہیں چھیڑ نہ پنجۂ مژگاں سے

ابھی زخم جگر ہیں تمام ہرے اے محوِ تغافلِ بے خبرے

لیا عشق میں جوگ بھکاری بنے ترے نقشِ قدم کے پجاری بنے

کبھی سجدے کئے کبھی گرد پھرے بتِ سیم برے زریں کمرے

گو تو نے ہزاروں وعدے کئے لیکن وہ کبھی ایفا نہ ہوئے

دل ہی میں رہے ارمان مرے اے وعدہ شکن بتِ حیلہ گرے

بیدم ہم کہیں کیا کس طرح رہے مر مر کے جئے جی جی کے مرے

در منزلِ عشقش دربدرے مجنوں صفتم شوریدہ سرے

تصور میں کسی کا زینتِ آغوش ہو جانا
کسی کا دیکھنا اور دیکھ کر بیہوش ہو جانا

اگر ہو ایسی بیہوشی تو سو ہشیاریاں صدقے
کہ سر رکھ کر کسی کے پاؤں پر بے ہوش ہو جانا

فریبِ جلوہ آرائی کمال بے حجابی ہے
مری ہستی کے پردے میں ترا روپوش ہو جانا

مرا دل دیکھ لے اور ان کے جلوے کی سمائی کو
اگر دیکھا نہ ہو قطرے کا دریا نوش ہو جانا

اگر شوقِ شہادت ہے تو پھر تیار ہو بیدمؔ
کہ شرطِ جاں نثاری ہے کفن بر دوش ہو جانا

جانب میکدہ آ نکلے ہیں مستانے چند
ساقیا لا تو چھلکتے ہوئے پیمانے چند

نیندیں انکی ہیں انہیں کے ہیں مقدر بیدار
سائے میں شمع کے سوتے ہیں جو پروانے چند

کربلا، شہر نجف، یثرب، و جیلاں اجمیر
یہ مرے ساقی دیوہ کے ہیں میخانے چند

کوئی محفل ہو بیاباں کے مزے لیتے ہیں
جمع ہوتے ہیں جہاں پر ترے دیوانے چند

ہنیں غربت میں جو یاران وطن اے ہمدم
دفن کردیں گے کہیں دشت میں بیگانے چند

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں انکی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

جل گئی شاخ آشیاں مٹ گیا تیرا گلستاں
بلبل خانماں خراب اب کہیں تیرا گھر بھی ہے

اب نہ وہ شام شام ہے اپنی نہ وہ سحر سحر
ہونیکو یوں تو روز ہی شام بھی ہے سحر بھی ہے

چاہے جسے بنایئے اپنا نشانۂ نظر
زد پہ تمہارے تیر کے دل بھی ہے اور جگر بھی ہے

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

زلف بدوش بے نقاب گھر سے نکل کھڑے ہوئے
اب تو سمجھ گئے حضور نالوں میں کچھ اثر بھی ہے

بیدمؔ خستہ کا مزار آپ تو چل کر دیکھئے
شمع بنا ہے داغ دل ہمیسی نوحہ گر بھی ہے

اپنے دیدار کی حسرت میں تو مجھ کو سراپا دل کر دے
ہر قطرۂ دل کو قیس بنا ہر ذرہ کو محمل کر دے
دنیائے حسن و عشق مری کرنا ہے تو یوں کامل کر دے
اپنے جلوے میری حیرت نظارہ میں شامل کر دے
یاں طور و کلیم نہیں نہ سہی میں حاضر ہوں لے دیکھ مجھے
برقعے کو اٹھا دے مکھڑے سے برباد سکونِ دل کر دے
گر قلزم عشق ہے بے ساحل اے خضر تو بے ساحل ہی سہی
جس موج میں ڈوبے کشتیٔ دل اس موج کو تو ساحل کر دے
اے درد عطا کرنے والے تو درد مجھے اتنا دے دے
جو دونوں جہاں کی وسعت کو اک گوشۂ دامنِ دل کر دے
بیدم مرا اس بات کے میں صدقے اس درد محبت کے قرباں
جو جینا بھی دشوار کرے اور مرنا بھی مشکل کر دے

سجدہ اسی کو سجدہ ہو سر وہی سرفراز ہو
یار کے پائے ناز پہ جس کی ادا نماز ہو

چشم ادا شناس اگر پردہ کشائے راز ہو
آئینہ خدا نما رنگ رخِ مجاز ہو

روئے حقیقت جمال نورِ نظر نہ بن سکے
حسنِ مجاز اگر نہ تو غازۂ امتیاز ہو

در سے ترے کوئی گدا خالی کبھی نہیں پھرا
میری طرف بھی اے کریم دستِ کرم دراز ہو

ہمدم خستہ چھوڑ بھی فکرِ مآلِ کارِ عشق
یار کا ہو چکا تو پھر آپ سے بے نیاز ہو

درد و اثر سے ہمکنار ہیں۔ اشعار عارفانہ میں آپ کی فکر لامکاں شہر ہے"

مولانا انقر موہانی صاحب کا اندازہ ہے کہ" کلام بیدم کی غیر معمولی مقبولیت و شہرت کا سبب نہ اخباری پروپیگنڈہ ہے نہ احباب و تلامذہ کی عقیدتمندی بلکہ اُن کے کلام کا اس قدر مشہور و مقبول ہو جانا محض کلام کی فطرت اور جذبات کی حقیقت نگاری ہے۔ سننے والے نے خواہ کسی مطرب خوش نوا سے سنا یا کسی اخبار و رسالہ میں پڑھا بیساختہ گرویدہ ہو گیا"

حکیم ابوالعلا صاحب ناطق لکھنوی کی نبض شناسی کا تقاضہ ہے کہ" بلائے بے درماں وہ شاعر ہے جو صوفی بھی ہو، جیسے بیدم شاہ صاحب کا دم۔ ایک ایک سانس میں انفس آفاق کا پورا دائرہ بناتا ہے ایک ایک لفظ سے معنی کی تصویر کھینچتا ہے، تصویروں میں جان ڈالتا ہے۔ حقیقت کو نمایاں کرتا ہے اور پھر حقیقت حقیقت رہتی ہے، بال کی کھال کھینچتا ہے اور پھر بال بال میں موتی پروتا ہے، جو صوفی محض صوفی ہوتا ہے وہ قال کو حال میں لاتا ہے مگر جب صوفی شاعر بھی ہوتا ہے تو وہ حال کو قال میں لاتا ہے۔

اسی طرح جناب حکیم سید احمد صاحب احمد وارثی لکھنوی، محمد کبیر خاں رسا جالندھری، مولوی احمد حسن صاحب زار لدھیانوی، امیر مینائی، نوح ناروی غلام قادر شاہ قادری اختر، محمد علی صاحب آذر جالندھری اور محمد سرفراز صاحب سرور جالندھری نے اپنے تاریخی قطعات میں آپ کے کلام کو نعطش انفصح معنی

شجرۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ

الٰہی سرورِ عالم شہِ ابرار کا صدقہ
شہنشاہِ مدینہ احمدِ مختار کا صدقہ

الٰہی میری ہر مشکل کو آسانی عطا فرما
علی مشکل کشا حیدرِ کرار کا صدقہ

الٰہی راہِ تسلیم و رضا کی خاک کر مجھ کو
حسینؑ ابنِ علی سرچشمۂ اسرار کا صدقہ

دوائے دردِ فرقت مانگتا ہوں ہاتھ پھیلائے
عطا فرما الٰہی عابدِ بیمار کا صدقہ

الٰہی باقر و جعفر کی دے خیرات تو مجھ کو
امام کاظم و موسیٰ رضا سردار کا صدقہ

تصدق خواجہ معروف کرخی، سری سقطی کا
جنید و شبلی عبد الواحد ابرار کا صدقہ
طفیل حضرت بوالفرح طرطوسی مجھے دینا
علی و بوالحسن مست مے اسرار کا صدقہ
الٰہی بوسعید پیر پیراں شیخ لاثانی
مہ برج طریقت مطلع انوار کا صدقہ
محی الدین شیخ عبد القادر شاہ جیلانی
جناب غوث کے گلگونۂ رخسار کا صدقہ
شہنشاہ طریقت عبد الرزاق گدا پرور
شہ سید محمد سرور سردار کا صدقہ
الٰہی سید احمد اور شہ سید علی عارف
جناب شاہ موسیٰ قادری سرکار کا صدقہ
شہ سید حسن اور شیخ ابوالعباس کی خاطر
بہاؤ الدین قسیم بادۂ اسرار کا صدقہ
برائے خواجہ سید محمد قادری یا رب
مجھے دینا جلال قادری سردار کا صدقہ

شہہ میراں فرید بھکر ابراہیم ملتانی
اور ابراہیم بھکر مخزن انوار کا صدقہ
سراپا رحمتِ حق حضرتِ شاہ امان اللہ
حسین حق نما محو جمال یار کا صدقہ
شہہ عرش آشیاں شاہ ہدایت منبعِ عرفاں
محبِّ حق حبیبِ احمدِ مختار کا صدقہ
جو آنکھیں دیں تو آنکھوں کو عطا کر لطف نظارہ
شہہ عبد الصمد کے دیدۂ بیدار کا صدقہ
دیا ہے دل تو دل میں درد دے اور درد میں لذت
شہہ رزاق کی شیرینیٔ گفتار کا صدقہ
گلِ گلستان زہرا سید اسمٰعیل رزاقی ....
جناب شاکر اللہ گوہر شہوار کا صدقہ
نجات اللہ و حضرت حاجی خادم علی کامل
امیر لشکر دیں قافلہ سالار کا صدقہ
امام الاولیا ابنِ علی لختِ دل زہرا
مرے والی مرے وارث مرے سرکار کا صدقہ

گدائے عشق ہوں بھر دے مرا دامن مرادوں سے
انہیں کی چشم مست و گیسوئے خمدار کا صدقہ

زکوٰۃ خوبئ نقش و نگارِ روضۂ انور
ملے ایوانِ وارث کے در و دیوار کا صدقہ

جہاں سے مانگنے والا کبھی خالی نہیں پھرتا
اسی روضہ کے ہر زائر کا ہر زوار کا صدقہ

عطا کر اپنے ہمدم کو شراب معرفت ساقی
تصدق میکدے کا اپنے ہر میخوار کا صدقہ

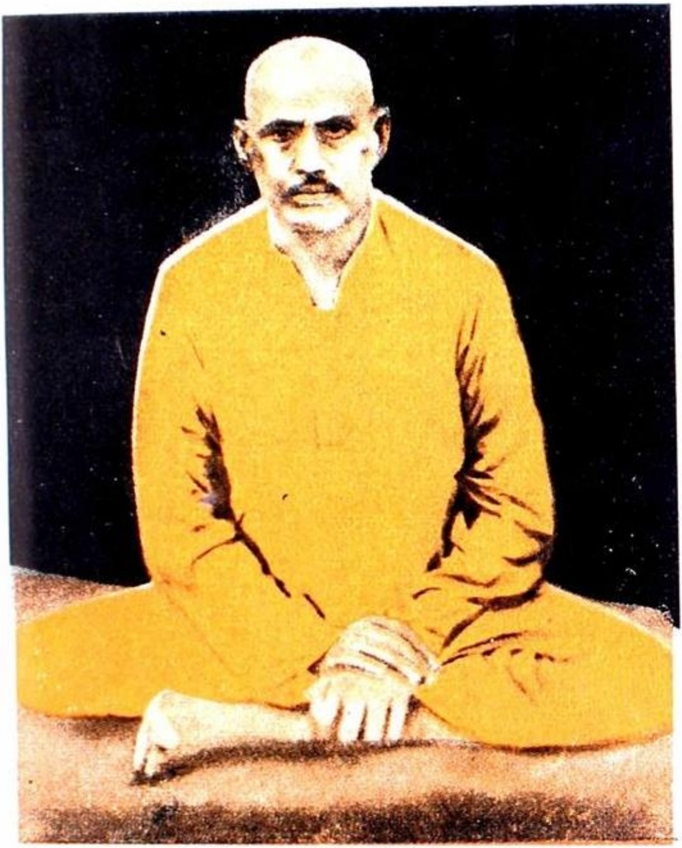

محبوب الوارث محب الوارثین

بابا رضا شاہ وارثی

بابا حسن رضا وارثی کا تعلق رؤسا سلطان پور سے تھا۔ آپ نے ۱۸۵۹ء میں سلطان پور اتر پردیش ہی میں جنم لیا۔ ان کے والد جو سرکار سے مرید تھے بابا حسن رضا کو اوائل عمر میں حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام کرانے کے لئے لائے۔ وارث پاک نے انہیں بیعت فرمایا اور کچھ عرصہ اپنی خدمت میں رکھا۔ اور ریاضت روحانی کا حکم دیکر برلمے جنگلات میں جانیکی ہدائت فرمائی۔ آپ سات برس تک برلمے کے جنگلات میں عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ انہیں جنگلات میں آپ کو وارث پاک ملے۔ اور حکم دیا کہ حسن رضا تم اب کلکتہ چلے جاؤ آپ نے کہا وہاں کیا کروں۔ سرکار نے فرمایا جو کام سب سے پہلے ملے وہی کرنا۔ چنانچہ آپ رنگون ہوتے ہوئے کلکتہ آ گئے۔ آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ پولیس کمشنر کی آپ پر نظر پڑ گئی۔ اس نے کہا نوکری کروگے۔ آپ نے فرمایا کریں گے۔ چنانچہ آپ کو پولیس میں بھرتی کر لیا گیا

آپکا مزاج فقیرانہ تھا۔ تا حیات مجرد رہے اور جذب وکیف کے عالم میں رہتے تھے۔ اسی لئے پولیس کمشنر اور دوسرے حضرات آپ کو پاگل بابا کے نام سے پکارتے تھے اتفاق سے انہیں دنوں پولیس کمشنر کے اکلوتے بیٹے کا چھت سے گر کر انتقال ہو گیا۔ پولیس کمشنر بہت رنجیدہ تھا۔ ڈاکٹر جواب دے چکے تھے۔ بابا کیطرف پولیس کمشنر نے ملتجی نظروں سے دیکھا۔ بابا نے لڑکے کو گود میں لے کر کہا اسکی تو سانس چل رہی ہے۔ لڑکا واقعی زندہ تھا۔ اس واقعہ کا پولیس کمشنر پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے حسن رضا کی فائل میں لکھ دیا کہ یہ تا ملازمت کبھی ڈیوٹی نہیں دینگے۔ اور نہ ہی وردی پہنیں گے۔ چونکہ بابا صاحب اس سے قبل دو مرتبہ اپنی وردی گروی رکھ کر دو بھوکوں کو کھانا کھلا چکے تھے۔ حسن رضا شاہ پولیس کی ملازمت سے ریٹائر ہونیکے بعد کلکتہ ہی رہے۔ مگر اپنا کسی کو مرید نہیں کیا۔ اکثر عرس دمیلہ کے موقعہ پر دیوہ شریف آتے۔ سینکڑوں معتقد ہمراہ ہوتے۔ سرکار کے مزار مبارک کی چادر پکڑا کر انہیں سلسلۂ وارثیہ میں داخل کرتے اور کہتے آج سے یہ تمہارے پیر ہیں۔ تم انکے مرید ہو ہم گواہ ہیں تم ہمارے پیر بھائی ہو۔ تم انہیں ماننے سے محبت رکھو گے تو سب کچھ حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت بابا حسن رضا شاہ وارثی کے سینکڑوں عقیدتمند ملک کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ آپکے عقیدتمندوں نے وارثیہ سلسلے کے روحانی مشن کی

تبلیغ واشاعت کے لئے ۱۹۵۷ء میں پریم کمیٹی کا انعقاد کیا جو ایک رجسٹرڈ سوسائٹی ہے۔ اس سوسائٹی کا مقصد اور نصب العین ملک کے تمام مذہبوں خصوصاً اسلام ہندو سکھ اور عیسائی مذہب ماننے والوں میں یکجہتی اور اتحاد کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ ہر مذہب کا ماننے والا اس سوسائٹی کا ممبر ہو سکتا ہے۔ بابا حسن رضا شاہ کے فرمودات کے مطابق ملک کے ہر بڑے شہر میں

(پریم کمیٹی) ہو جو مسجد مندر گردوارہ اور چرچ پر مشتمل ہو۔ چاروں مذہبوں کے مولوی پنڈت گرنتھی اور پادری مجاور وغیرہ روزانہ باقاعدہ طور پر اپنے اپنے طریقہ سے عبادت کے فرائض انجام دیں۔ اور روزانہ ان مذہبوں کے ماننے والے ایک جگہ جمع ہو کر تمام مذاہب کی تعلیمات سے روشناس ہوں اور ایک دوسرے کے مذہب سے نفرت کی بجائے عقیدت و محبت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ نیز ہر مذہب کے ماننے والے فقیر سادھو سنت گرنتھی اور پادری سال میں کم سے کم ایک بار روحانی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت ان مرکزوں میں گزاریں

پریم کمیٹی کے ان سیکولر مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے رانچی (بہار) سے بتیس میل کے فاصلے پر دیوہ نگر میں وسیع و عریض زمین لے کر اس میں پریم کمیٹی کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ جہاں باباجی کا مزار اور شری کرشن جی کا ایک مندر بن چکا ہے۔

ہر دانشور صوفی کی طرح بابا حسن رضا شاہ صاحب وارثیؒ نے بھی اپنے جذبات روحانی خیالات اور سلسلہ کے عقائد کو شعر کا جامہ پہنایا اور اس میں کافی کامیابی حاصل کی۔ آپ کا کلام تقریباً ایک ہزار نظموں و غزلوں پر مشتمل ہے ۱۹۶۶ء میں اس کا ایک انتخاب فرمودات رضا کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جس نے کافی مقبولیت حاصل کی۔

بابا حسن رضا وارثی بہت سادہ زندگی گذارتے تھے۔ کرتہ اور لنگی آپکا خاص لباس تھا جو زرد رنگ میں ہوتا تھا

وسط اپریل ۱۹۵۷ء میں آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوئی معتقدین کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ ڈاکٹروں کے علاج و مشورے پر زور دیا۔ مگر آپ نے گریز کیا۔ آخر ۱۷ اپریل ۱۹۵۷ء کو صبح ۷ بجکر ۵ منٹ پہ واصل حق ہو گئے۔ معتقدین نے ۱۲ صندل سٹریٹ پہ آپ کا دربار اور نمبرا رائے چرن پال کلکتہ پر مزار مبارک بنایا جو عالیشان مقبرہ کی صورت میں ہے۔

سیّد وزیر علی شاہ آپ کی روحانی اولادوں میں سے تھے آپ نے بچپن ہی سے ان کی پرورش کی۔ اور ریاضت و معرفت کی تمام منزلیں طے کرائیں انھوں نے ہی رضا وارثی ہیومین مشن قائم کیا تھا۔ اور تاحیات اس کے صدر رہے۔

سید وزیر علی شاہ صاحب نے سچا ملک کرولی فراشخانہ دہلی میں

محکم، جانِ فصاحت، اربابِ سخن کا نورالعین، معنیٔ آبدار کی کائنات، آبِ حیات شاہ کار دماغ، شعرائے نکتہ ور، چراغ فرشِ دل، اسرارِ معانی اور گلزارِ معانی سے معنون کیا ہے۔

بابا حسن رضا صاحب وارثی گو شاعر کی حیثیت سے زیادہ مشہور نہیں ہیں حالانکہ آپ ہزاروں غزلوں اور نظموں کے مصنف ہیں۔ آپ کا پہلا انتخاب آپ کے جانشین مرحوم وزیر علی شاہ صاحب نے رضا وارثی پریم کمیٹی مشن کلکتہ سے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا تھا۔ لیکن اس کتاب میں اس سے بھی زیادہ معیاری انتخاب شائع کیا جا رہا ہے۔ یقین ہے اسے پہلے انتخاب کی طرح قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ بابا صاحب بھی بیدم شاہ وارثی، قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب اور دیگر وارثی اور صوفی شاعروں کی طرح اپنی فکر، اپنے جذبہ اور اپنے تخیل کو اپنے پیر و مرشد اور اپنے سلسلے کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں آپ ہمہ تن تصوّف اور عرفان کے نشہ میں سرشار نظر آتے ہیں۔ آپ کے ایک ایک مصرعہ سے شدّتِ احساس، عقیدہ کی پختگی اور محبّت ہی محبّت ٹپکی پڑتی ہے۔ تمامتر شاعرانہ خوبیوں، زبان و بیان کی جدّتوں اور شاعرانہ تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے آپ نے اپنے روحانی خیالات کو شعر کا جامہ پہنایا ہے۔ کلیم اور کلام ایک دوسرے میں جذب نظر آتے ہیں یوں تو وارثیہ شاعروں کے زمرہ میں مشاق اور نوآموز ہر قسم کے لاتعداد شاعر حسب مراتب شہرت اور مقبولیت

نمبر ۷۷۳ مکان ذاتی طور پر خریدا۔ ۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء کو آپ بھی واصل حق ہو گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق اسی مکان میں آپ کا مزار بنایا گیا۔ جہاں انکے فرزند ارجمند سید علی بہادر وارثی معہ اپنی والدہ و دیگر ورثا قیام پذیر ہیں

علی بہادر صاحب تولد ہوئے تو باباجی نے ہی ان کا نام یہ رکھا اور اپنی آخری پنشن ان کے ہاتھ میں دیکر یہ کہا تھا کہ یہ بچہ ہمارے سلسلہ کا نام روشن کرے گا۔ جس رضا شاہ وارثی کو شعر کہتے کسی نے نہیں دیکھا واقعی آپ خداداد شاعر تھے۔ فارسی، ہندی اور اردو کے علاوہ ٹھیٹھ پوربی زبان میں بھی شعر فرماتے تھے۔ جن کی تعداد دس ہزار ہے۔ اس مجموعہ میں صرف اردو کے کلام کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ ان کا سفینہ کلام اردو کے ساتھ فارسی و ٹھیٹھ پوربی زبان کا کلام بھی علیحدہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بابا رضا شاہ وارثی کا جو کلام صدیث معرفت میں شامل ہے اس کی اشاعت کے لئے علی بہادر وارثی کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے کوئی دوسرا مکتبہ باباصاحب کا یہ منتخب کلام علی بہادر کی اجازت کے بغیر شائع نہیں کر سکتا

حمد

تو ہی ہے مالکِ ہر دوسرا اے قادرِ مطلق
ترا ثانی کوئی اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
مکاں ہے لامکاں تیرا نشاں ہے بے نشاں تیرا
کوئی تجھ سا دو عالم میں مکرّر ہو نہیں سکتا
کرم تیرا نہ ہوتا گر خدایا تیرے بندوں پر
تو اپنے بخت کا کوئی سکندر ہو نہیں سکتا
یہ ممکن ہی نہیں بندہ کرے دعویٰ خدائی کا
یہ ثابت ہے کہ تجھ سا کوئی برتر ہو نہیں سکتا
زمانے میں حسیں تو سینکڑوں ہم نے کبھی دیکھے ہیں
ہمارا دل تو وارفتہ کسی پر ہو نہیں سکتا

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

نعت

اللہ رے جمالِ رُخِ نیکوئے محمد
اے صلِّ علیٰ نرگسِ جادوئے محمد
چلتی ہوئی شمشیر ہے ابروئے محمد
والشمس ہے گر آئینہ روئے محمد
والیل صفت کیوں نہ ہو گیسوئے محمد

پیدا نہ ہوا ہو گا کوئی آپ سے بڑھ کر
ایک نام کو مشہور رہیں دارا و سکندر
یہ زور کسی کو بھی ہوا ہے نہ میسّر
توڑا تھا جو ایک دم میں علی نے درِ خیبر
اللہ رے وہ قوتِ بازوئے محمد

دیوانہ سرکار رہا ہوں جو ابھی سے
ہے ربط مجھے خاص محمد سے علی سے

محبوب کا رتبہ کوئی پوچھے میرے جی سے
دل ٹوٹ ہی جاتا ہے مرا فرطِ خوشی سے
آتی ہے مدینے سے جو خوشبوئے محمد

آنکھوں کے قریں ہو رخِ پُر نور کا نقشہ
تا حشر میں دیکھا کروں محبوب کا جلوہ
جنت کی تمنا ہے نہ کچھ حور کی پروا
بس اتنی گذارش ہے فقط اے میرے اللہ
تربت مری بن جائے سرِ کوئے محمد

اللہ ہے شاہد کہ گوارا نہیں فرقت
ہو جائے کسی طرح سے حضرت کی زیارت
فرقت جو نبی کی ہے تو کیا کم ہے مصیبت
کیا خاک رضا مجھ کو ہو اس دہر میں راحت
دل اپنا کھنچا جائے ہے جب سوئے محمد

عشقِ رسولؐ

جس کو محبوبِ ربّ العلیٰ مل گیا
زندگی کا اسے کچھ مزا مل گیا
ملنا جو کچھ بھی تھا مل گیا مل گیا
جس کسی کو شہِ دوسرا مل گیا
سچ تو یہ ہے کہ اس کو خدا مل گیا

ہو نہ ہرگز تو اے دل ملول عشق میں
کرنا آہ و بکا ہے فضول عشق میں
جاں فدا کر کے ابنِ بتول عشق میں
ہو گئے خود فنا فی الرسول عشق میں
ان کو لاریب لطفِ بقا مل گیا

فکرِ راحت مٹی یادِ محبوب میں
غم کی لذت ملی یادِ محبوب میں

خوش طبیعت ہوئی یادِ محبوب میں
عمر جس کی کٹی یادِ محبوب میں
عیسیٰ ِوقت کا معجزہ مل گیا

بھر گیا ہے رضاؔ نیک اور بد سے دل
رشکِ سینہ ہے عکسِ محمد سے دل
مست و بیخود ہوا جامِ سرمد سے دل
خوش ہے ہر وقت ہی ذکرِ احمد سے دل
شکر بھیج اے رضاؔ مدعا مل گیا

شبِ معراج

خوابیدہ جو اللہ کے محبُوب کو پایا
جبریل نے سرپائے مبارک پہ جھکایا
کافور بھری آنکھوں کو تلووں سے لگایا
کونین کے مختار کو سوتے سے جگایا
اللہ نے احمد کو پکارا شبِ معراج

خوش ہو کے اٹھے خواب سے کونین کے سلطان
جبریل نے کی عرض کہ اے سیدِ ذی شان
لایا ہوں بڑے شوق سے اللہ کا فرمان
معراج مبارک ہو کہ دعوت کا ہے سامان
چلئے مرے ہمراہ دل آرا شبِ معراج

پڑھنے لگے محبوب وضو کر کے دوگانا
اور امّتِ عاصی کے لئے ہاتھ اٹھانا

اللہ کو منظور تھا پاس اپنے بلانا
بخشش کی ندا آئی کہ اے شاہِ زمانا
مضطر نہ ہو محبوب ہمارا شبِ معراج

مدت سے جو دیدار کے مشتاق تھے عیسیٰ
دیکھا جو جمال آپ کا خوش ہو گئے موسیٰ
کہنے لگے آپس میں یہی آدم و حوا
کس شان سے آیا ہے مدینے کا یہ دولہا
خود خالقِ اکبر نے سنوارا شبِ معراج

جنت کے مکانوں کو سجانے لگے رضواں
حوریں بھی بدلنے لگیں پوشاک درخشاں
گیسوئے معنبر پہ چھڑکتی تھیں جو افشاں
شرمندہ ہوا دیکھ کے جس کو مہِ تاباں
ہونے لگا ہر سو سے نظارہ شبِ معراج

جنت کے مکانوں کو جو دیکھا شہِ دیں نے

یاد آ گئی امت تو کہا عرش نشیں نے
لکھ دے میرے اللہ یہ بخشش کے سفینے
جو داغ ہیں عصیاں کے وہ بن جائیں نگینے
چمکے میری اُمت کا ستارا شب معراج

اللہ نے فرمایا عبث دل شکنی ہے
غفار بھی ہے نام میرا اور غنی ہے
خاطر تری منظور جو شاہِ زمنی ہے
محبوب تو برحق ہے رسولِ مدنی ہے
آیا اس میرے عرش کا تارا شبِ معراج

اللہ نے محبوب کو پہلو میں بٹھایا
سو جاں سے تصدق ہوا سینے سے لگایا
پوشیدہ جو اسرار حقیقت تھا بتایا
جام مئے عرفاں بہ قدرت سے پلایا
کیا کیا نہیں صدقے ہیں آثار شبِ معراج

کے مالک ہیں۔ دربارِ خواجہ کے مخصوص شعرار کے علاوہ اکبر وارثی میرٹھی، مضطر خیرآبادی، سیماب اکبرآبادی، بے نظیر شاہ وارثی، عزیز وارثی، مظفر وارثی (پاکستان) جیسے شعرار خاص شہرت کے مالک ہیں۔ خود ان شاعروں کے اوپر مشتمل ایک صحیح مجموعہ کلام مرتب کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے وقت اور سرمایہ درکار ہے انشار اللہ کسی نہ کسی شکل میں اس کام کو جاری رکھا جائے گا۔ فی الحال اس سلسلہ کے تین اماموں کا انتخاب کلام شائع کیا جا رہا ہے امید ہے خاطر خواہ استقبال کیا جائے گا اور یہ شایانِ شان قبولیت عام کا شرف حاصل کرے گا۔ وحدت الوجود، کثرت میں وحدت، وسیع المشربی، ہمدردی و غمخواری عشق و محبت کے اعلیٰ ترین خیالات، جذبات، محسوسات، شرافتِ نفس کی تلقین و تبلیغ، اخلاق و مروت، انسانیت کی تعلیم و تربیت اس شاعری کے جلی عنوانات ہیں، ہر مصرعہ اور ہر شعر سے ایک درسِ حیات ملتا ہے، ہمارے خیالات کی صفائی ہوتی ہے، ہمارے جذبات کی اصلاح ہوتی ہے، نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے، سب سے زیادہ بڑھ کر یہ کہ ہر مذہب و ملت کے افراد کو اتحاد، یگانگت، یک جہتی، اتفاق اور میل ملاپ کی دعوت دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی اردو، ہندی کی چاشنی سے لذت آشنا کیا جاتا ہے، خوبی محاورہ حسن تشبیہ و استعارہ، تلمیحات اور صنائع بدائع کا پورا پورا اہتمام ہے غرض خارجی اور داخلی ہر شاعرانہ خوبی سے یہ شاعری متصف ہے اور ہمارے مجلسی آداب

یا شاہ تیرا طالبِ دیدار رضا ہے

رسوائے محبت سرِ بازار رضا ہے

کس منہ سے کہے تیرا خریدار رضا ہے

عاصی ہے یہ مجرم ہے خطا وار رضا ہے

الطافِ اِدھر بھی ہو خدارا شبِ معراج

جھُولنا

جھولنے جس پہ تھے شاہِ دیں جھُولنا
نور کا تھا بنا بالیقیں جھُولنا

یعنی گہوارۂ گوہرِ بے بہا
شان سے اپنی خالق نے پیدا کیا
عرش اعلیٰ پہ لاکھوں برس تک رہا
جس کے مشتاق تھے اولیا انبیا
بن گیا جس کا عرشِ نگیں جھولنا

شکلِ طاؤس بن کر وہ نورِ نبی
پتے پتے پہ تسبیح تمہید کی
دیکھا خالق نے جب جلوۂ احمدی
مرحبا بول اٹھا خود بہ فرطِ خوشی
محوِ حیرت تھا اپنے تئیں جھولنا

دیکھ کر آئینہ وہ حسین دل ربا
اپنی صورت کو خود دیکھ شرما گیا
عرق چہرے سے اس دم ٹپکنے لگا
تین سو تیرہ قطرے گرنے برملا
جلوۂ حق تھا عین الیقیں جھولنا

قطرۂ گوشِ وبینی سے لوح وقلم
عرش وکرسی زمیں آسماں ایک دم
نار اور نور ایک پل میں باغِ ارم
آیا دنیا میں بن کر شفیع الاُمم
بن گئے آسماں و زمیں جھولنا

ہر طرف تہنیت کی صدا چھا گئی
حورِ جنت سے لینے بلا آ گئی
کچھ ادا ایسی معبود کو بھا گئی
دیکھ کر خود فضا جس کو شرما گئی
جب جھلانے لگیں حورِ عیں جھولنا

باعث خلق محبوب ہر دوسرا
نور سے حق نے عالم کو روشن کیا
مژدۂ بے بہا لے کر آئی صبا
خیر مقدم کی ہر سمت آئی ندا
واہ کیا ہے شہ مرسلیں جھولنا

باغ عالم میں جب آیا نورِ نظر
محوِ حیرت تھے گردوں پہ شمس و قمر
جبکہ آغوشِ مادر میں خیر البشر
پیکرِ نور بن کر ہوئے جلوہ گر
خود خدا نے کہا آفریں جھولنا

بھاگ جاگے حلیمہ کی قسمت کھلی
جس کے پہلو میں ہو دو جہاں کا نبی
اس کی مدحت کرے کس زباں سے کوئی
اس پہ صدقے کرے اپنا دل جان جی
دیکھ پائے رضا گر کہیں جھولنا

سلام

خداوندِ برتر پہ لاکھوں سلام
ہے جملہ پیمبر پہ لاکھوں سلام
وہ ساقیِ کوثر پہ لاکھوں سلام
سلام ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام
محمدؐ کے دلبر پہ لاکھوں سلام
ہے وارثِ سرور پہ لاکھوں سلام

مدینے میں جانا اگر ہو صبا
تو کہنا ذرا یوں بصد التجا
کوئی عرض کرتا ہے سر کو جھکا
رسولِ خدایا رسولِ خدا
کہ لایا ہوں میں در پہ لاکھوں سلام
ہے وارثِ سرور پہ لاکھوں سلام

اذاں بہر کہنا نبی فاطمہؓ
کہ اک غنچوا کی سنو یہ صدا!

حسینؓ و حسنؓ جو کہ ہیں باصفا
ذرا ان سے کہنا برائے خدا
ہے دونوں برادر پہ لاکھوں سلام
ہے وارث سرور پہ لاکھوں سلام

ابوبکر فاروق عثمان پر
محمد کے اصحاب و یاران پر
مدینے کے سب اہل ایمان پر
فدا جان و دل جس کی ہے شان پر
وہ فاتحِ خیبر پہ لاکھوں سلام
ہے وارث سرور پہ لاکھوں سلام

وہ شہزادۂ بنت خیر الوریٰ
جگر گوشۂ ابنِ مشکل کشا
جو تشنہ دہن کربلا میں لٹا
جو امّت کی خاطر کٹا یا گلا
وہ مظلوم سرور پہ لاکھوں سلام
ہے وارث سرور پہ لاکھوں سلام

بہت دیر سے ہیں بصد عاجزی
صدا دے رہا ہوں برائے نبی
میری بھی ذرا سن لو غوث جلی
ہیں جتنے بزرگانِ ہند اولی
تمام آلِ اطہر پہ لاکھوں سلام
ہے وارث سرور پہ لاکھوں سلام

سلامی کو آیا ہوا ہے رضا
ترے در پہ آکر کھڑا ہے رضا
ادھر دیکھئے کہہ رہا ہے رضا
بھلا یا برا آپ کا ہے رضا
ترے روئے انور پہ لاکھوں سلام
ہے وارث سرور پہ لاکھوں سلام

سلام علیک

صبا مدینے میں پہونچا مرا سلام علیک
در نبی پہ پہونچ التجا سلام علیک

نیاز مند کو پھیرو نہ تم خدا کے لیے
کہ بھیجتا ہے یہ صبح و مسا سلام علیک

ہزار بار پڑھو پھر بھی کم ہے بعد نماز
قسم خدا کی حبیبِ خدا سلام علیک

اسی امید میں سر کو جھکائے بیٹھے ہیں
قبول کیجئے یا مصطفےٰ سلام علیک

دمِ اخیر نہ حسرت رہے کوئی باقی
زباں سے نکلے جو صلِ اعلیٰ سلام علیک

خدا دکھائے اگر مجھ کو روضۂ احمد
رٹا کروں میں زباں سے سدا سلام علیک

خدا کے بعد رسولِ خدا یہ صبح و مسا
یہ بھیجتا ہے ہمیشہ رضا سلام علیک

تھا نظر آیا بتِ کافر کا جلوہ اک طرف
رقصِ بسمل اک طرف طرفہ تماشا اک طرف

ہے عجب طرفہ تماشا کوچہ قاتل ہیں آج
میں ہوں بسمل اک طرف بیہوش موسیٰ اک طرف

روئے روشن پر بتوں کے ہے عیاں دیر و حرم
طاقِ ابرو اک طرف محراب کعبہ اک طرف

کچھ نہ پوچھو زاہد و رازِ حقیقت کو میرے
جام مئے ہے اک طرف کیوں ہے مصلّیٰ اک طرف

حسن تیرا ان حسینوں سے نہ ہو کیوں کر جدا
حسنِ یوسف اک طرف حسن زلیخا اک طرف

مرتے مرتے بھی نہ چھوڑا اے رضا دامن تیرا
دین و ایماں اک طرف اس بت کا سودا اک طرف

لے چل اے چرخ مجھے بھی مرے دلدار کے پاس
زندگی موت ہے جب یار نہ ہو یار کے پاس

کیوں اٹھاتا ہے کوئی فتنۂ محشر بن کر
ہم تو بیٹھے ہیں ترے سایہ دیوار کے پاس

دولتِ حسن کی ایک چاہ فقط ہے دل میں
اور کیا خاک ہے مجھ عاشقِ نادار کے پاس

چارہ سازی کے لئے بس یہی کافی ہے مجھے
دو گھڑی بیٹھو اگر تم دلِ بیمار کے پاس

مڑ کے دیکھے نہ کبھی چاہنے والا تیرا
لاکھ یوسف ہو اگر تیرے خریدار کے پاس

ایک قطرہ سے وہ بن جائے گا دم میں دریا
تشنہ لب جو کوئی آئے مرے سرکار کے پاس

مر گیا میں جو فراق شہ والا میں رضا
دفن کرنا چمنِ احمدِ مختار کے پاس

اور تہذیب نفس کی آئینہ دار ہے اسے ایک معیار اور ایک نمونے کے طور پر کہیں بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔

نمونۂ کلام:۔

عشقِ رسولؐ ؎ اوگھٹ شاہ

نہ حوروں کی حسرت نہ جنّت کی خواہش   مرا دل ہے اوگھٹ فدائے مدینہ
اوگھٹ جوگی بن کے نکلنا احمد نام کی سمرن جپنا
لکھنا اپنی لوح جبیں پر صلّی اللہ علیہ وسلم

بیدم شاہ ؎

آئی نسیم کوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم   کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
بھینی بھینی خوشبو لہکی بیدم دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم

رضا شاہ۔ ؎

جنّت کے مکانوں کو جو دیکھا شہ دیں نے   یاد آگئی اُمّت تو کہا عرش نشیں نے
لکھ دے مرے اللہ یہ بخشش کے سفینے   جو داغ ہیں عصیاں کے وہ بن جائیں نگینے
چمکے مری اُمّت کا ستارہ شب معراج

عشقِ مرشد۔ اوگھٹ شاہ ؎

شمع ایوانِ جہاں تیرے سوا کوئی نہیں   وارثِ کون و مکاں تیرے سوا کوئی نہیں

وارثِ پاک

کیا شان خدا ہے مدِ نظر، ہر بار ہمارے وارث ہیں
ہم بلبلِ باغِ محبت ہیں گلزار ہمارے وارث ہیں
وہ آلِ نبی اولادِ علی کونین میں جنکی ہے دھوم مچی
محشر کا نہیں ہے خوف ہمیں مختار ہمارے وارث ہیں
دیکھا جو کسی نے ایک جھلک پہنچا وہ رسول اللہ تلک
وہ مظہر ذاتِ حقیقت کا اظہار ہمارے وارث ہیں
اللہ رے جمالِ نورانی اور فرشِ تجمل سلطانی
دل کیوں نہ فدائے رفعت ہو دلدار ہمارے وارث ہیں
کیا وصف کریں کیا خاک لکھیں کس منہ سے صفت مرشد کی کریں
ہم بندۂ لطف و کرم ہیں رضا سرکار ہمارے وارث ہیں

ہر کا کھیل نرالا

آپ ہی داتی آپ ہی پوتی آپ ہی بندہ مولی
آپ ہی دولت مال خزانہ آپ ہی بانٹن والا
ہر کا کھیل نرالا سادھو ہر کا کھیل نرالا

آپ ہی اپنا آپ گرو ہے آپ ہی اپنا چیلا
آپ ہی اپنے روپ میں آکر آپ کرت جھمیلا
ہر کا کھیل نرالا سادھو ہر کا کھیل نرالا

آپ ہی کعبہ آپ ہی کاشی آپ ہی کنشت شوالا
آپ ہی اپنی راہ بتایا آپ ہی ڈھونڈ نکالا
ہر کا کھیل نرالا سادھو ہر کا کھیل نرالا

آپ ہی مندر آپ ہی مسجد آپ بنا گوشالا
اپنی پوجا آپ کرت ہے آپ جپت ہے مالا

ہر کا کھیل نرالا سادھو ہر کا کھیل نرالا

کہت رضا وارث لے بابا کھیل ہے واکا نرالا
وہ تو ہے ہر رنگ میں سمایا پرکھے پرکھن والا
ہر کا کھیل نرالا سادھو ہر کا کھیل نرالا

جلوۂ جاناں نگاہوں سے جو پردہ پوش تھا
اس سے پہلے صورتِ موسیٰ کوئی سرجوش تھا
تیرے جلوؤں سے ہوئی روشن جہاں کی کائنات
یہ نہ تھے جبتک چراغ زندگی خاموش تھا
بیخودی میں بھی زمانے کی خبر ہوتی ہے اب
ورنہ اے ساقی تیری محفل میں کسکو ہوش تھا
مقتلِ عشاق کا عالم نہ پوچھو ہمدموں
زیرِ خنجر تھا کوئی کوئی کفن بردوش تھا
نزع میں بھی پردۂ غفلت سے ہوں مجبور میں
اب تلک آنکھوں کو دھوکا ہے کہ وہ روپوش تھا
تابِ گویائی کسے تھی روبرو دُے دل رُبا
رعبِ حسنِ یار سے تو ہر کوئی خاموش تھا
میکدے میں ساقیٔ پیرِ مغاں کے فیض سے
یہ بڑی تقدیر اسکی تھی رضائے نوش تھا

مزے عشق کے ہم بھی پائے ہوئے ہیں
خودی دل سے اپنے مٹائے ہوئے ہیں
کسی کو وہ اپنا بنائے ہوئے ہیں
کسی دل میں جاکر سمائے ہوئے ہیں
مرے دل کے کرتے ہیں ہنس ہنس کے ٹکڑے
تبسم کی بجلی گرائے ہوئے ہیں
اٹھائے گا کیا کوئی محفل سے ہم کو
کہ ہم بھی کسی کے بلائے ہوئے ہیں
نہ آئیگی مجھ کو ہنسی لاکھ ہنسیئے
فلک کے بہت ہم ستائے ہوئے ہیں
رضا عشق کو کھیل سمجھے نہ کوئی
وہی سمجھیں جو تیر کھائے ہوئے ہیں

یہ کس کا عکس پڑتا ہے ہمارے شیشۂ دل میں
یہ کس کی شکل آتی ہے نظر مدِ مقابل میں
خدا جانے یہ کیسی بے رخی ہے ماجرا کیا ہے
مجھی سے پردہ وہ کرنے لگے رہ کر میرے دل میں
نہیں معلوم کب ہوگی شبِ فرقت مری آخر
مثالِ شمع محفل جل رہا ہوں انکی محفل میں
تماشا دیکھتا ہے ہر کہیں اس کا تماشائی
وہی اک شان آتی ہے نظر ہر سو مقابل میں
تمہاری جنبشِ ابرو کا بس اک وار کافی ہے
روانی اس قدر کب ہے بھلا شمشیر قاتل میں
تڑپتا ہے دل صد چاک خونِ آرزو بن کر
مجھے شوقِ شہادت لے چلا ہے کوئے قاتل میں
رضائے داورئ کیا خاک ہو دادِ طلب امید
زباں چلتی نہیں ہے مجمعِ استادِ کامل میں

دل وہی دِل ہے جو اللہ کا جلوہ دیکھے
آنکھ وہ آنکھ جو قدرت کا تماشا دیکھے

وہ تو ایسا ہے کہ ہر شے میں نظر آتا ہے
چشمِ باطن سے اگر دیکھنے والا دیکھے

ایک ہی جلوے میں جب ہو گئے بیخود موسیٰ
تاب کس کو ہے جو اس کا رخِ زیبا دیکھے

ذرّے ذرّے سے عیاں جب ہے تجلّی تیری
تجھ کو دیکھے یا کوئی تیرا تماشا دیکھے

تاب اتنی تو عطا کر دے خدایا مجھ کو
جس طرف آنکھ اٹھائے دلِ شیدا دیکھے

کورِ باطن سے یہ کہہ دو کہ مٹا کر ہستی
قطرے قطرے میں نظر آئیگا دریا دیکھے

ہم اسی طرح رضاؔ دیکھ رہے ہیں اُس کو
جس طرح پیاس کا مارا کوئی دریا دیکھے

مجھے شکوہ نہیں اس کا جو دہ مشکل سے ملتا ہے
مگر اتنا غنیمت ہے کہ اکثر دل سے ملتا ہے

ہنسی آتی ہے اے قاتل مجھے تیری مروت پر
جو چھوٹا سا یہ خنجر گردنِ بسمل سے ملتا ہے

زمانہ گو ملے مجھ سے مگر اے دل ہے لا حاصل
مزہ آتا ہے الفت میں کوئی جب دل سے ملتا ہے

تصور بندھ گیا تھا اسقدر لیلیٰ کی الفت کا
غبارِ قیس اتنک نجد میں محمل سے ملتا ہے

تماشا گاہِ مقتل میں عجب حیرت کا عالم ہے
کوئی بسمل سے ملتا ہے کوئی قاتل سے ملتا ہے

کمال اس میں نہیں جو شمع کی الفت میں جل جائے
وہ پروانہ نہیں جو رونق محفل سے ملتا ہے

رضا جیسا ہے ویسا ہے مگر پھر بھی ہزاروں میں
طفیلِ حضرتِ وارث بھری محفل سے ملتا ہے

غیر کب دل کا مدعا جانے
میرا مقصد مرا خدا جانے
رازِ مخفی کو کوئی کیا جانے
انبیا یا کہ اولیا جانے
لٹ گیا جو رہِ محبت میں
وہی کچھ اس کا ماجرا جانے
کیا خبر مجھ کو جا رہی ہے کدھر
میری کشتی کا ناخدا جانے
درحقیقت اسے نہیں ہے فنا
اپنی ہستی کو جو بقا جانے
اصل میں جو مریضِ ہجراں ہے
لا دوا کی وہی دوا جانے
کیا کہوں کون ہوں میں کیا ہوں رضا
وارثِ پاک بے ریا جانے

گِلہ لکھیں اگر ہم آہ ان کی بیوفائی کا
لہو میں غرق ہو جائے سفینہ آشنائی کا

نگاہوں کے قریب رہتی ہے تصویرِ بتاں ہردم
تماشا دیکھتے رہتے ہیں شانِ کبریائی کا

لگا کر دِل کوئی پھر غم سے بربادِ جہاں کیوں ہو
زمانے بھر میں شہرہ ہے تمہاری کج ادائی کا

خدا رکھے سلامت اے بتِ کافر یہ بت خانہ
تیری چوکھٹ پہ لیتے ہیں مزا ہم جبہ سائی کا

نہیں محتاج ہے جس کو ملی ہے عشق کی دولت
کہ جامِ جم سے اس کا کم نہیں کاسہ گدائی کا

بتوں کو چاہنے والے کو کعبے سے نہیں مطلب
مچا ہے شور بت خانے کے اندر رونمائی کا

رضا اشعار میں تیرے جو ہے وصفِ شہہ خوباں
زمیں کیا آسماں پر شور ہے مدحت سرائی کا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

تعداد طباعت ایک ھزار ۱۰۰۰

سنہ ۱۹۶۷ء

قیمت ——— پانچ روپے

معاون
رضا وارثی پریم کٹی مشن ۔ کلکتہ

ناشر
مکتبہ ندائے اتحاد ۱۶۳۹ لال کنواں دہلی

(مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)

زیارت کی کسی نے دیر کی کعبہ گیا کوئی　　ہم اپنے گھر سے جب اوگھٹ چلے وارث کا در دیکھا

رضا شاہ ؎

دیوہ نگر میں دھوم مچی ہے　　دولھا بنے ہیں وارث پاک
مل مل سب سکھی سہرا گائیں　　جھومت ہے سنسار
چلو ری گوئیاں وارث علی کے دوار

بیدم شاہ ؎

برہمن کاشی پہ صدقے ہیں تو کعبہ پر شیوخ
اور ہم خیر مناتے ہیں سدا دیوے کی
ہر دل میں اُن کے نور کی پھیلی ہے روشنی
وارث علی ہیں شمعِ شبستان اولیاء

وحدت الوجود :-

اوگھٹ شاہ ؎

طلبگار ترے بہ چشمِ حقیقت　　تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
دیکھتے ہیں دیکھنے والے تمہیں　　کوئی صورت کوئی نقشہ کیوں نہ ہو
ہر ہر میں اوگھٹ ہر بسیں ہر ہر کو ہر کی آس
ہر کو ہر ہر ڈھونڈھ پھرا ہر ہیں ہر کے پاس

اٹھ جائے اگر اے دل چہرے سے نقاب انکا
کیا تاب کوئی دیکھے مستانہ شباب انکا
منظور نہ قاصد ہو کیوں ان کی نگاہوں میں
خون دل مضطر سے لکھتے ہیں جواب انکا
ممکن نہیں پھر جائے دونوں سے نظر انکی
دنیا ہے کتاب ان کی عقبیٰ ہے حساب انکا
رندوں کا ہوا مجمع پھر تازہ بہار آئی
لبریز نظر آیا جب جام شراب انکا
مانا کہ ابھی کم سن ہیں شرم کے پردے میں
مٹ جائے گا از خود ہی اک روز حجاب انکا
پوچھو نہ رضا مجھ سے جو مجھ پہ گذرتی ہے
ہے دن کو خیال انکا راتوں کو ہے خواب انکا

ہر بات پہ وہ شوخ جو کرتا ہے کڑی بات
چھوٹی سی زباں اور سناتا ہے بڑی بات

کیا آئے ہو کیا جاتے ہو ٹھہرو تو سنو تو
بیٹھو بھی ذرا پاس ہو دو چار گھڑی بات

دنیا میں اگر رتبۂ عالی کا ہے خواہاں
مت سر کو اٹھا اور نہ مت بول بڑی بات

دیکھے ہیں بہت غنچہ دہن صورت شیریں
دنیا سے نرالی ہے تری پھول جھڑی بات

کل تک تو میرے پاس وہ بیٹھے تھے بہت دیر
کیا آج کوئی اور رقیبوں نے جڑی بات

گھبرا نہ رضا اپنے گناہوں پہ ہمیشہ
اللہ کے آگے تو نہیں کوئی بڑی بات

حیف ہے دل کا مدّعا نہ ملا
سب ملا مجھ کو اک خدا نہ ملا

دل کی آنکھوں سے دیکھ اے غافل
کس کی حاجت ہے تجھ کو کیا نہ ملا

اس کا ملنا تو سہل ہے لیکن
پر تجھے پیر رہنما نہ ملا

مل گئے خاک میں ہمیں لیکن
نہ ملا پردہ بے وفا نہ ملا

کون آتا ہے آئینے میں نظر
پھر یہ کہتے ہو تم خدا نہ ملا

ان کا ملنا ہی کیا ملے نہ ملے
میرے جیسا تو آشنا نہ ملا

ہے طلب دل میں ذاتِ مطلق کی
دل حسینوں سے اے رضا نہ ملا

میں جاں بیچتا ہوں جگر بیچتا ہوں
درِ شہ پہ نقدِ گہر بیچتا ہوں

کوئی جاہ و دولت کوئی ملک بیچے
میں دربارِ مولیٰ میں سر بیچتا ہوں

نہیں اور سرمایہ کچھ زندگی کا
نظر آئے تو تو نظر بیچتا ہوں

کہاں ذوقِ آزادہ سرمستیاں ہیں
بہ اندازِ شمعِ سحر بیچتا ہوں

رضا اور باقی ہے کیا پاس میرے
جو لے کوئی تو چشمِ تر بیچتا ہوں

حقیقت صنم کی جو ہم دیکھتے ہیں
تو یکساں یہ دیر و حرم دیکھتے ہیں

جدھر آنکھ اپنی اٹھی فی الحقیقت
خدا کو خدا کی قسم دیکھتے ہیں

کوئی حسن والا نہیں تیرے جیسا
جو کہتے ہیں ایسا وہ کم دیکھتے ہیں

خدا کی قسم ہم تو کوچے میں تیرے
تماشائے باغِ ارم دیکھتے ہیں

نکل جائے دم خواب ہی میں ہمارا
کہ صورت تری دم بدم دیکھتے ہیں

رضا دیکھیے کیا دکھاتی ہے قسمت
درِ یار پر سر جو خم دیکھتے ہیں

وہ سراپا نور تو موجود کاشانے میں تھا
جلوہ فرما جو تھا کعبے میں وہ بتخانے میں تھا
ڈھونڈتا پھرتا تھا میں جس کو حرم میں دیر میں
وائے ناکامی کہ وہ خود میرے کاشانے میں تھا
جان کر کعبہ بظاہر تو نے سجدہ کر دیا
وہ بتِ کافر تو اے زاہد خدا خانے میں تھا
کس طرح میں چھوڑ دیتا ساقیِ وحدت کا جام
حسنِ روئے یار کا تو عکس پیمانے میں تھا
تیرے مستوں میں نہ ہو کیونکر رضا اے مست ناز
آج مسجد میں اگر ہے کل تو میخانے میں تھا

سر میں سودا ہے اگر رونق بازار بھی ہے
تم جو یوسف ہو مری جاں تو خریدار بھی ہے

حوصلہ دل کا نکالو بھی خدا را جلدی
کوئی ہمدم ہے کوئی جان سے بیزار بھی ہے

سینکڑوں سر تہِ شمشیر نظر آئیں گے
تیغ بھی قبضۂ قاتل میں ہے تلوار بھی ہے

باغباں بلبلِ شیدا سے تو اتنا کہہ دے
گل جہاں پر نظر آتا ہے وہاں خار بھی ہے

سخت جانی میری کہتی ہے تہِ تیغ جفا
قتل کرنا اسے آساں بھی ہے دشوار بھی ہے

پوچھتے کیا ہو رضا کون ہے مجھ سے صاحب
وہ تو صوفی بھی ہے زاہد بھی ہے میخوار بھی ہے

معمور ہوئی مے سے جب محفل رندانہ
بیخود نظر آتا ہے مستانے کا مستانہ
للہ اٹھا دے اب پردہ رخ روشن سے
مشتاق ہے مدت سے دیوانے کا دیوانہ
درپردہ جو آنکھوں سے وہ شمع تجلی ہے
جلتا ہے تصور میں پروانے کا پروانہ
ساقی جو نہ دے گا تو اک جام ہمیں مے کا
ہم سر پہ اٹھا لیں گے میخانے کا میخانہ
پھر سر پہ گھٹا چھائی تو یہ نہ کہیں ٹوٹے
لبریز ہوا مے سے پیمانے کا پیمانہ
کیا کام رضا مجھ کو ان دیر و حرم سے اب
دل کعبہ کا کعبہ ہے بت خانے کا بتخانہ

جمالِ یار جب پیشِ نظر ہو
میرا سجدہ جہاں چاہے جدھر ہو

ہوئے ہیں در بدر ہم جس کی خاطر
عجب کیا ہے اسی کے دل میں گھر ہو

تصدّق کیوں نہ کر دوں اس پہ سو جاں
کہ جس کے حسن کی دھوم عرش پر ہو

نہیں ممکن مثال اس کی جہاں میں
ہزار آئینہ گر پیشِ نظر ہو

مجھے کعبہ و بت خانے سے مطلب
تیرے نقشِ قدم پہ اپنا سر ہو

الٰہی وہ کبھی دن آئے رضا کا
کہ پھر دیوہ شریف اس کا گذر ہو

کسی کے زلفِ مشکیں پر فدا ہونگے تو ہونے دو
بلا سے ہم گرفتارِ بلا ہوں گے تو ہونے دو
نہ چھوڑینگے کبھی ان کو لگا کر اپنے سینے سے
میرے اور انکے چرچے جا بجا ہونگے تو ہونے دو
لکھا ہے نامۂ شوق ان کو دیکھیں کیا جواب آئے
میری جانب سے وہ اے دل خفا ہونگے تو ہونے دو
عجب انداز سے وہ آ رہے ہیں آج مقتل میں
ہزاروں فتنۂ محشر بپا ہوں گے تو ہونے دو
ہمیں پہچانتا ہی کون ہے اس دارِ فانی میں
ہم ان کا نام لے کر فنا ہوں گے تو ہونے دو
رضا آساں نہیں مرشد پہ اپنے جاں فدا کرنا
ہزاروں مجھ پہ گر جور و جفا ہونگے تو ہونے دو

بیدم شاہ ؎

خود ہی گلچیں ہوں غنچہ و گل ہوں خود ہی بلبل ہوں باغباں ہوں میں
کیسے سجدہ کروں تجھے اے بت ہائے مسجودِ قدسیاں ہوں میں

رضا شاہ ؎

آپ ہی مندر آپ ہی مسجد آپ بنا گئو شالا
اپنی پوجا آپ کرے ہے آپ جپت ہے مالا
ہر ہر کر کے ہر جا سا دھو کا ہے پھرے ہے نراسا
کہت رضاؔ وہ ہرجائی کا ہر گھر میں ہے باسا

عشق :۔

اوگھٹ شاہ ؎

عشق رہبر ہے پیشوا ہے عشق اپنی کشتی کا ناخدا ہے عشق
رہے یار آنکھوں میں حسرت یہی ہے ہماری نماز اور عبادت یہی ہے

بیدم شاہ ؎

خونِ دلِ عاشق کے اس قطرہ کا کیا کہنا
دُنیائے وفا جس نے رنگین بنا ڈالی
عاشق نہ ہو تو حُسن کا گھر بے چراغ ہے
لیلیٰ کو قیس شمع کو پروانہ چاہیئے

عاشقِ مضطر کے رونے پر ہنسی اچھی نہیں
چاہنے والوں سے اپنے بے رخی اچھی نہیں

در بدر ہو جائے کوئی اور تم دیکھا کرو
پھیر دو بس دل ہمارا دل لگی اچھی نہیں

پہلوئے اغیار میں تم شوق سے بیٹھو مگر
دو ہی دن کی جب ہے ٹھہری دوستی اچھی نہیں

جی میں آتا ہے کہ دیدوں زہر کھا کر اپنی جان
پھر خیال آتا ہے ایسی خودکشی اچھی نہیں

آہ وہ عشرت کے دن افسوس وہ سامانِ عیش
موت بہتر ہے مگر یہ زندگی اچھی نہیں

غم کے بدلے شادماں ہو اسقدر کیوں کیا سبب
میرے مرنے پر تمہیں اتنی خوشی اچھی نہیں

یار پہلو میں رضا ہے اور ہے ابرِ بہار
یہ نہیں گر ساقیا تو میکشی اچھی نہیں

ابھی سے عدم کی جو تیاریاں ہیں
نہ جانے یہ کس کی طلب گاریاں ہیں
قیامت میں بھی گرم بازاریاں ہیں
خدا جانے کس کی خریداریاں ہیں
ذرا سوچ کر کیجیے گا مداوا
مریضِ محبت کی بیماریاں ہیں
میسّر مجھے اور اشعار رنگیں
یہ سب حضرتِ دل کی گلکاریاں ہیں
محبت کا الٹا اثر ہو رہا ہے
وفاؤں کے بدلے جفاکاریاں ہیں
کوئی مر بھی جائے تو ان کی بلا سے
عجب حسن والوں کی خودداریاں ہیں
قدم رکھتے ہی جل گیا طورِ سینا
بلا کی تری گرم رفتاریاں ہیں
رضا ہیں ہوں اور دور میں جام کوثر
مبارک مجھے میری میخواریاں ہیں

کس قدر آئینہ سے رکھتا ہے الفت آئینہ
تو ہے آئینہ تیری تکتا ہے صورت آئینہ

جس طرح چاہے لڑا کر دیکھ لے آنکھیں کوئی
ایک ہی رکھتا ہے بس سب سے محبت آئینہ

کیا کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے ترا
ہر طرف دکھلا رہا ہے مجھ کو صورت آئینہ

اللہ اللہ کیا نگاہِ لطف ہے اس کو ملی
نیک و بد دونوں سے رکھتا ہے محبت آئینہ

کس قدر حاضر جوابی میں ہے یہ یکتائے دہر
منھ کے اوپر صاف کرتا ہے شکایت آئینہ

میرے کہنے پر یقیں آتا نہیں اچھے ہیں آپ
دیکھ لو جی بھر کے تم حضرت سلامت آئینہ

کچھ بھی بینائی اگر ہوتی نگاہ شوق میں
مول لیتے اے رضا سب اہل دولت آئینہ

پی جائے موذّن گر یک جُرعۂ میخانہ
بدلے ہیں اذانوں کے دے نعرۂ مستانہ
ساقی کے تصور میں ہو غرق اگر زاھد
کعبہ ہی نظر آئے اس کو نہ تو بت خانہ
جب عالم مستی میں دیکھا تو نظر آیا
شیشہ ہے نہ ساغر ہے ساقی ہے نہ پیمانہ
پوچھو تو برہمن سے یہ کس کا پجاری ہے
گر بت نہ صدا دیوے بیکار ہے یارانہ
رندوں کے ترے یارب ساقی ہوں رسول اللہ
بغداد کا ساغر ہو اجمیر کا پیمانہ
کیا جانے تصور میں کب ہم کو قرار آئے
کب ہوش میں آتا ہے دیکھیں دلِ دیوانہ
اکھڑے نہ قدم تیرا ہاں راہِ محبت میں
کم ہو نہ تیری وحشت اے ہمتِ مردانہ
مانا کہ رضا اپنی کچھ خاک نہیں ہستی
وارث کے بدولت ہے یہ مسندِ شاہانہ

دِل لگانے کا مزا جب ہے کوئی ناز نہ ہو
تجھ پہ شیدا تیرا کیوں عاشقِ جانباز نہ ہو

قتل کرتے بھی ہیں پھر اس پہ یہ تاکید بھی ہے
مقتلِ عشق سے باہر کوئی آواز نہ ہو

سرو قد غنچہ دہن نرگسِ شہلا آنکھیں
غیر ممکن ہے حسینوں میں تجھے ناز نہ ہو

میں جو روتا ہوں تو کیوں تم کو ہنسی آتی ہے
تم ہی بولو تو سہی کیا میرے ہمراز نہ ہو

ہجرِ ساقی میں مروں بھی تو کبھی اُف نہ کروں
شیشۂ دل بھی شکستہ ہو تو آواز نہ ہو

اس کی فرقت میں کبھی ملتی ہے مجھے لذتِ وصل
رو برو خیر بلا سے وہ فسوں ساز نہ ہو

جان دیدوں گا اسی دشمنِ جانی پہ رضا
قتل کرنے کا بھی جس میں کوئی انداز نہ ہو

شیدا کسی حسیں کا اے دل نہیں ہوں میں
قابل نہیں ہوں میں کسی قابل نہیں ہوں میں

ہاں وہ اگر ملے تو خدا اپنا سر کروں
کہتا ہے جو کہ حور شمائل نہیں ہوں میں

محشر میں اپنے کشتۂ ابرو کو دیکھ کر
قاتل پکارتا ہے کہ قاتل نہیں ہوں میں

پروانہ سادہ غیرت لیلیٰ کی چاہ میں
مجنوں کی طرح سے پسِ محمل نہیں ہوں میں

دل تم پہ ہے نثار تو یہ کیا خطا میری
کہہ دو تمہیں کہ رونق محفل نہیں ہوں میں

وہ سخت جاں ہوں قتل کیا اس نے بار بار
پھر بھی پکارتا ہوں کہ بسمل نہیں ہوں میں

اک مست مے پرست ہوں دنیا میں اے رضا
صوفی نہیں ہوں مرشد کامل نہیں ہوں میں

زمیں پر ہے گماں عکسِ مہِ کامل کے ٹکڑے ہیں
چمکتے ہیں جو ذرے بن کے میرے دل کے ٹکڑے ہیں

مری آنکھوں کے اشکوں نے بھی کیا حیرت میں ڈالا ہے
یہ قطرے ہیں لہو کے یا دلِ بسمل کے ٹکڑے ہیں

وہ کہتے ہیں شہیدانِ وفا کو اپنے دکھلا کر
خدا جانے یہ کس کے خنجرِ قاتل کے ٹکڑے ہیں

شکستہ جام سے آواز آئی ہے دمِ توبہ
ارے ساقی یہ شیشے میکشوں کے دل کے ٹکڑے ہیں

غبارِ قیس کیا باعث کہ جاتا ہے سوئے گردوں
یہ تارے ٹوٹ کر گرتے ہیں یا محمل کے ٹکڑے ہیں

جہاں جا ہو وہیں پر ہے کنارا بحرِ الفت کا
نگاہوں میں تو ہر جا دامنِ ساحل کے ٹکڑے ہیں

رضا نافہم سمجھا ہے نہ سمجھے گا اسے ہرگز
مرے اشعار کچھ آساں نہیں مشکل کے ٹکڑے ہیں

غیرممکن ہے جو برباد تمنا دل نہ ہو
بجھ سا دنیا میں کوئی گم کردہ منزل نہ ہو
یہ نہیں تو پھر کہاں ملتا ہے لطف زندگی
اُس کا میں بسمل نہ ہوں اور وہ مرا قاتل نہ ہو
جس طرف گذرا ترا وحشی صدا آنے لگی
دیکھ کر رکھنا قدم شائد کسی کا دل نہ ہو
حشر پر موقوف ہے اُن کا ہمارا فیصلہ
دیکھنا اے دل زباں پر شکوۂ قاتل نہ ہو
یا علی کہہ کر پکاروں گا دمِ آخر رضا
تاکہ آسانی مری پھر صورتِ مشکل نہ ہو

آہِ شبِ فراق جو منھ سے نکل گئی
اس شوخ مستِ ناز کی رنگت بدل گئی

اے برق وش خدا کیلئے اب بھی لے خبر
حسرت ہماری صورتِ پروانہ جل گئی

دیکھا جو ہم نے اس گُلِ رعنا کو اک نظر
دل لٹ گیا ہمارا طبیعت مچل گئی

اس دُختِ رَز سے آنکھ ملاتے ہی دوستو
بن کر پری شراب کے شیشے میں ڈھل گئی

ہاں دیکھتے ہی دیکھتے عیسیٰ نفس تجھے
تیرے مریضِ ہجر کی صورت بدل گئی

لاکھوں ہی سر اتر گئے ابرو کو دیکھ کر
کیا بیک جناب کی شمشیر چل گئی

لیتے ہی نام حضرتِ وارث کا اے رضا
آئی ہوئی بلا جو تھی وہ سر سے ٹل گئی

نہ جانے کیسی ہے بے نیازی کہ ناز بیجا اٹھا رہا ہوں
وہ مجھ کو اپنا بنا چکے ہیں میں ان کو اپنا بنا رہا ہوں
کیا ہے جب سے تری نگاہوں نے اک اشارہ مجھے مری جاں
تیرے تصور میں اے ستمگر کہاں کہاں خاک اڑا رہا ہوں
حرم میں کعبے میں بتکدے میں کہاں نہیں میں نے خاک چھانی
تلاش میں تیری ہائے کیسے میں اپنی ہستی مٹا رہا ہوں
تری اداؤں پہ مر مٹا ہوں مثال مجنوں و کوہکن کے
نگاہ غفلت سے اپنی ہر دم دوئی کا پردا اٹھا رہا ہوں
ہوا ہے جب سے مجھے تصور تمہارے حسنِ خدا نما کا
تمہاری خاکِ قدم کا سرمہ نظر سے اپنی لگا رہا ہوں
ہزار پردہ کرو مری جاں کبھی تو جلوہ نظر پڑے گا
فراق میں تیرے جیب دامن کے پرزے کر کے اڑا رہا ہوں
کوئی جو پوچھے تو ان سے کہہ دو کہ نام نامی حسن رضا ہے
غزل سرائی میں صاف اُن کا رضا تخلص بتا رہا ہوں

رضا شاہ ؎

عشق سے اظہار ہے شوخی تری   حسن والوں میں ترا انداز ہے
پڑھنا ہے آج میکدۂ عشق میں نماز   ساقی وہ مے پلا کہ شکستہ وضو نہ ہو

تغزل :-

ادگھٹ شاہ ؎

کریں آہ و فغاں پھوڑیں پھپھولے اس طرح دل کے
ارادہ ہے کہ روئیں عید کے دن بھی گلے مل کے

ستم ایجاد ہے ظالم اداسے قتل کرتا ہے
گلے ملنے میں رکھدی تیغ ابرو میری گردن پر

بیدم شاہ ؎

حسینوں کا گدا ہوں حسن والوں کا بھکاری ہوں
مری آنکھیں نہیں یہ دونوں کاسے ہیں گدائی کے

یوں گلشنِ ہستی کی مالی نے بنا ڈالی   پھولوں سے جُدا کلیاں کلیوں سے جُدا ڈالی

رضا شاہ ؎

مرے جوہرِ سخن میں ہے رضا وہ حسن و خوبی
جو یقیں نہ ہو تو دیکھے کوئی چشمِ قدرداں سے

کوئی کیا پوچھتا ہے میں نہیں ہوں
ایک آئینہ نما ہے میں نہیں ہوں
خدا شائد میرا ہے میں نہیں ہوں
یہ رازِ کبریا ہے میں نہیں ہوں
کہا منصور نے چڑھ کر سرِ دار
اناالحق کی صدا ہے میں نہیں ہوں
خدا جانے کہ یہ کس کی صدا ہے
جو مجھ میں بولتا ہے میں نہیں ہوں
کہاں ہم اور کہاں ہستی ہماری
یہ کوئی دوسرا ہے میں نہیں ہوں
عیاں جو کچھ ہے مجھ میں سازِ ہستی
نجانے کون کیا ہے میں نہیں ہوں
مقولہ ہے رضائے وارثیؒ کا
سراپا بس خدا ہے میں نہیں ہوں

پوچھتے کیا ہو دلِ ناشاد و دیوانے کا حال
تم نہیں ماتم کدہ ہے میرے کاشانے کا حال

کیا عجب سنکر کلیجہ تھام لیں حور و ملک
قیس کا قصہ نہیں ہے میرے افسانے کا حال

کشتۂ ناز و ادا اپنا اسے کہنے لگے
اُس ستم ایجاد سے پوچھا جو مر جانے کا حال

دل لگا کر دیکھ لو اس غیرتِ خورشید سے
شمع سے کیا پوچھتے ہو اس کے پروانے کا حال

مر مٹے گا دیکھنا زاہد حسینوں کے لئے
دیکھ لے گر اے رضا وہ میرے بتخانے کا حال

فرقت میں آہ آہ کیے جا رہا ہوں میں
پھر بھی کسی کی چاہ کیے جا رہا ہوں میں
پڑ جائیگا کہیں تو نظر نقشِ پائے یار
ہر گام پہ نگاہ کیے جا رہا ہوں میں
پیشِ نظر وہ غیرتِ سروِ خرام ہے
تعریفِ قدِ شاہ کیے جا رہا ہوں میں
تجھ کو غفورِ جان کے اے پاک بے نیاز
کیا کیا نہیں گناہ کیے جا رہا ہوں میں
سنگِ جفائے یار نے پیسا ہے اس طرح
اپنے کو گردِ راہ کیے جا رہا ہوں میں
اللہ رے انتظار کہ اس کی تلاش میں
آنکھوں کو فرشِ راہ کیے جا رہا ہوں میں
مجھ بے نوا کا کوئی بگاڑے گا کیا رضا
خود آپ کو تباہ کیے جا رہا ہوں میں

میرے لئے تو ہم نشیں چین ہے نہ قرار ہے
دل میں ہیں اضطرابیاں آنکھ بھی اشکبار ہے
صبح ہوئی ہوا چلی بڑھ گئی اور بے کلی
یاد اسی کی ہے مجھے جس سے عیاں بہار ہے
مجھ کو کسی سے کیا غرض حور ہو یا پری کوئی
جس نے لیا ہے دل مرا اُس کا ہی انتظار ہے
اُسکی طلب میں جان بھی جائے تو جانے دیجئے
غم سے ہمیں اماں کہاں غم تو گلے کا ہار ہے
وارثِ پاک باز کا میں ہوں مرید اے رضا
میرا بھی نام ہمدموعاشقوں میں شمار ہے

تیرِ نگاہِ ناز چلانے سے کیا غرض،
مجھ بے نوا کا خون بہانے سے کیا غرض
منظور ہے جو قتل تو حاضر ہے یہ گلا
مجھ کو نگاہِ گرم دکھانے سے کیا غرض
باز آیئے خدا کے لئے باز آیئے
بے فائدہ کسی کو رلانے سے کیا غرض
وعدے کا اعتبار نہیں جس کے ہم نشیں
اس بیوفا کا ناز اٹھانے سے کیا غرض
گمراہ جو ازل سے ہے رہنے بھی دو اسے
اندھے کو آفتاب دکھانے سے کیا غرض
کس کو خبر نہیں کہ وہ بیدرد ہے رضا
دانستہ اسکے کوچے میں جانے سے کیا غرض

قاتل بھی ہے انیس بھی ہے دلربا بھی ہے
شانِ وفا بھی ہے وہ سراپا جفا بھی ہے

کیا جانیں کون رشکِ چمن جلوہ گر ہوا
اترا رہی جو آج نسیمِ صبا بھی ہے

پوچھو نہ مجھ سے رازِ فراق اور وصال کا
نا آشنا بھی ہے وہ میرا آشنا بھی ہے

جنت کی ہے فضا ترے کوچے میں چار سو
جام خدا نما بھی ہے ٹھنڈی ہوا بھی ہے

غافل عبث ہے اپنی حقیقت کو دیکھ تو
ساجد بھی ہے سجود بھی ہے مدعا بھی ہے

کیا پوچھتے ہیں آپ یہ مستی کا ماجرا
میخوار بھی رضا ہے بڑا پارسا بھی ہے

نہ شوقِ خلد نہ ارمان حور میں نے کیا
طلب تجھی کو بتِ پُر غرور میں نے کیا
نجات کے لئے کافی ہے بس تری رحمت
قصور وار جو کہہ دے قصور میں نے کیا
تمام عمر حسینوں میں ہو گئی آخر
یہی گناہ تو ربِّ غفور میں نے کیا
کسی کے منہ سے انا الحق کی دی صدا میں نے
کسی کو مستِ شرابِ طہور میں نے کیا
سمجھ کے سرمہ تیری خاکِ پا کو جانِ جہاں
جگر کا چین تو آنکھوں کا نور میں نے کیا
خدا جو پوچھے گا مجھ سے رضا گناہ میرے
کہوں گا بخش دے یارب قصور میں نے کیا

چھوڑ دے شیشہ کو پتھر ہے تو پتھر سے لڑے
ہے وہی خنجر سرِ میداں جو خنجر سے لڑے

کیا لڑائیں دو گھڑی کے واسطے اے دوستو
ابر سے کہہ دو ہمارے دیدۂ تر سے لڑے

حق تو یہ ہے ثانیٔ منصور ہو پہلے کوئی
جس کو سرداری کا دعویٰ ہے تو وہ سر سے لڑے

وہ ستمگر اور ہے یہ بندۂ کمتر ہے اور
اس قدر طاقت کہاں شیشہ کو پتھر سے لڑے

ہے جو پیشانی میں اک دن پیش آئے گی ضرور
کس کو ہے مقدور جو اپنے مقدر سے لڑے

اے رضا شاعر وہی ہے جو زمینِ شعر میں
شعر گوئی کا یہ دعویٰ ہے سخنور سے لڑے

دل اپنا اس بتِ کمسن ادا کو پیار کرتا ہے
کہ جس کے عشق کا اللہ بھی اظہار کرتا ہے
نکالا کس لئے دل کو عبث چاہ محبت سے
میرے یوسف کو کیوں رسوا سر بازار کرتا ہے
نہ جانے کب ترا وعدہ بتِ کافر وفا ہوگا
کبھی اقرار کرتا ہے کبھی انکار کرتا ہے
شب فرقت ستاتی ہے تمہاری یاد رہ رہ کر
تمہارا ہجر تو جینا میرا دشوار کرتا ہے
ذرا چلمن ہٹا کر صورتِ زیبا دکھا دینا
سوال اس کے سوا کیا طالب دیدار کرتا ہے
عجب کیا ہے مجھے بھی عمر بھر کی عید ہو جائے
میرا قاتل بھی داراں تہ تلوار کرتا ہے
رضا عاشق ہوں میں اسکا جو ڈھونڈے سے نہیں ملتا
دل شیدا اسی بے پردہ نشیں کو پیار کرتا ہے

کس غیرت قمر نے یہ الٹا نقاب کو
یہ کس نے کردیا ہے خجل آفتاب کو

ساقی ترے بغیر بلا شک حرام ہے
رکھ دے اٹھا کے طاق میں جام شراب کو

ہونٹوں پہ جان آئی ہے عالم ہے نزع کا
تسکیں نہیں ہے کیوں دلِ پر اضطراب کو

بعدِ فنا کبھی ہم کو وہی لطفِ وصل ہے
فرقت میں ہم نے مرگ سے بدلا ہے خواب کو

اے جاں ترے بغیر کسے پیار میں کروں
مطرب کو مے کو جام کو چنگ و رباب کو

پیری میں بھی وہی ہیں خیالات حُسن و عشق
گذرے ہوئے زمانہ ہوا ہے شباب کو

للہ اپنا مصحفِ انور دکھا ہے
رکھا کرو نہ بند خدا کی کتاب کو

سجدہ کیا وہیں ملک و حور نے رضا
کھینچا خدا نے جب وہ قدِ لاجواب کو

تقابل :-

خواجہ میر درد ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اوگھٹ شاہ ؎

جس کی گنجائش نہ ہو کونین میں   اس کے رہنے کا مکاں یہ دل ہوا

خواجہ میر درد ؎

نہ سمجھا درد ہم نے بھید یاں کی شادی و غم کا
سحر خنداں ہے کیوں روتی ہے کس کو یاد کر شبنم

اوگھٹ شاہ ؎

یہ باغِ عالم میں رنگ دیکھا کوئی ہے غمگیں کوئی ہے خنداں
کہیں ہے شورِ فغانِ قمری کہیں پہ بلبل چہک رہی ہے

بیدم شاہ ؎

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد بیدم
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

اوگھٹ شاہ ؎

کھل گئی اپنی حقیقت جس کو وہ   جزُ سے کل قطرہ سے دریا کیوں نہ ہو

چل گئی کیسی ہوائے دردِ دل
ہر کوئی ہے مبتلائے دردِ دل

اس کی لذت پوچھنا بےکار ہے
کیا بتاؤں ماجرائے دردِ دل

دیکھ کر دردِ آشنا کو یک بیک
ہو گئے ہم بھی فدائے دردِ دل

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا
اوج پر ہے ابتدائے دردِ دل

شکر ہے روزِ ازل ہی دوستو
دل ہوا پیدا برائے دردِ دل

غم نہیں اس کا جو ہجرِ یار میں
جتنا جی چاہے ستائے دردِ دل

درد ہے جس کا اسی سے اے رضاؔ
چاہئے مجھ کو دوائے دردِ دل

حُسن سے پردہ اٹھا دے بے نیاز
جلوۂ انور دکھا دے بے نیاز
جام وحدت کا پلا دے بے نیاز
مجھ کو مستانہ بنا دے بے نیاز
عشق میں اپنے فنا کر دے مجھے
میری ہستی کو مٹا دے بے نیاز
غرق کر دے مجھ کو بحرِ عشق میں
قطرہ سے دریا بنا دے بے نیاز
بول اٹھوں میں بھی انا الحق کی صدا
وصل کا ساغر پلا دے بے نیاز
میری آنکھوں میں سما کر یک بیک
پردۂ غفلت اٹھا دے بے نیاز
ہے یہی تجھ سے رضا کی آرزو
ہاں غمِ ہستی بھلا دے بے نیاز

جی میں آتا ہے بت کافر تری پوجا کروں
آئینہ تجھ کو بناؤں اور میں دیکھا کروں

وائے ناکامی کہ ابتک میں ہوں محرومِ وصال
کیا یہی ہے منصفی کہ عمر بھر تڑپا کروں

عمر آخر ہو گئی اے جانِ عالم تا بہ کہ
دیر میں مسجد میں کعبہ میں تجھے ڈھونڈا کروں

جس کی حسرت ہے مجھے ملتا نہیں وہ ماہرو
اے فلک حورانِ جنت لیکے آخر کیا کروں

یہ بھی اک ڈر ہے کہیں رسوا نہ ہو قاتل مرا
حشر میں خونِ تمنا کا اگر دعویٰ کروں

ہے یہی اپنی تمنا اے رضائے وارثیؔ
رُوبرو پیرِ مغاں ہو اور میں دیکھا کروں

جلوے تو کوئی دیکھے گل نوبہار کے
نکلے ہیں آج گھر سے وہ زلفیں سنوار کے

مدّت کے بعد آج وہ بیٹھے ہیں ہم بغل
ارماں نکل رہے ہیں دلِ بے قرار کے

ہاں پھر اسی ادا سے اٹھاؤ نقابِ حسن
توڑو نہ آسرے کسی امیدوار کے

دو پھول ہی چڑھاؤ تو احسان ہے بہت
آئے ہو جب قریب ہمارے مزار کے

صبح فراق شام قیامت سے کم نہیں
اللہ بھی دکھائے نہ دن انتظار کے

ہم کو کسی سے اور غرض کیا ہے اُے رضاؔ
امیدوار بیٹھے ہیں پروردگار کے

مقامِ مسرت یہ دنیا نہیں ہے
کسی کا یہاں کوئی اپنا نہیں ہے
حقیقت کے پردے سے دل نے پکارا
کہ یوسف کی شیدا زلیخا نہیں ہے
کلیسا میں کعبہ میں دیر و حرم میں
مری جاں کہاں تیرا چرچا نہیں ہے
بھلا اس کی صورت کو کیا کوئی دیکھے
وہ دمساز ایسا ہے جیسا نہیں ہے
دکھا دو جمال اپنا مجھ کو خدارا
بس اس کے سوا کچھ تمنا نہیں ہے
سنبھل کر ذرا دیکھنا اس کو اے دل
جمالِ خدا ہے تماشا نہیں ہے
رضا دل کی آنکھوں سے دیکھے تو کوئی
کہاں وہ نہیں اس کا جلوا نہیں ہے

دل سے گویا دیدۂ پرنور ہے
کعبہ والوں سے بھی کعبہ دور ہے

برہمن اس بت کا ہوں میں زاہدو
آستانہ جس کا سنگ طور ہے

نحن واقرب سے یہ عقدہ کھل گیا
جتنا وہ نزدیک اتنا دور ہے

اپنی الفت دے مجھے میرے خدا
خواہشِ جنّت نہ شوق حور ہے

بڑھ گیا زخم محبّت اور بھی
ناموافق مرہم کافور ہے

جس کو چاہا اس کو بے خود کر دیا
بزم ساقی میں عجب دستور ہے

مرمٹا جو ہجر جاناں میں رضا
وقت کا اپنے وہی منصور ہے

کچھ نہ پوچھو کیا میرے مرشد کے میخانے میں ہے
پرتوِ حسنِ رسول پاک پیمانے میں ہے
ڈھونڈتی پھرتی ہیں جس کو چار سو آنکھیں مری
وہ سراپا ناز میرے دل کے کاشانے میں ہے
بیخودی میں بھی نہ چھوڑا دامنِ دیدارِ یار
کس قدر اللہ اکبر ہوش دیوانے میں ہے
قیس کا قصہ نہ تو فرہاد کی ہے سرگزشت
اک محبت ہی محبت میرے افسانے میں ہے
چشمِ باطن چاہیے دیدار جاناں کے لئے
اسکا جلوہ کوہ میں بستی میں ویرانے میں ہے
اک رضا ہی کو نہیں حاصل شراب وارثی
جس کو دیکھا وہ سراپا مست میخانے میں ہے

مبتلا ہوں میں فراقِ یار میں
گاہ ہے بستی میں گہے کہسار میں
کچھ نہ پوچھو ماجرائے جستجو !
کھو گیا ہوں حسن کے بازار میں
دیکھئے ملتا ہے کب وہ رشکِ گل
خار چنتا ہوں سدا گلزار میں
کشتۂ تیغِ ادا اک میں بھی ہوں
دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں
عمر آخر ہو گئی اپنی رضا
روتے روتے انتظارِ یار میں

جب تم نہیں ہمارے ہم کیا کرینگے جی کے
وابستہ ہیں تمہیں سے اسباب زندگی کے
کم سن تو اب نہیں ہو عالم شباب کا ہے
لو آؤ مل کے بیٹھیں دن ہیں ہنسی خوشی کے
کافی ہے اک ہمیں بس ہر دم نظر کسی کی
اے دل ہوئے نہ ہوں گے محتاج ہم کسی کے
مے جس قدر تو ساقی چاہے پلا دے ہم کو
ہم وہ نہیں جو بہکیں دو چار گھونٹ پی کے
حوروں کی آرزو ہے کوثر کا تذکرہ ہے
دھن میں لگا ہے زاہد جنت کی مے کشی کے
نکہت کہاں رضا اب اگلی سی اس چمن میں
سچ ہے کہ دشمنی ہے پردے میں دوستی کے

کس کی آمد ہے جو پیغام صبا لائی ہے
میرے گلزار محبت میں بہار آئی ہے

دل لگانا تو حسینوں سے کوئی کھیل نہیں
کون کہتا ہے مری جاں مری رسوائی ہے

کم نہیں پیکِ قضا سے بھی تیرا ہجر مجھے
سن کے پیغام وفا جان میں جان آئی ہے

کوئی دل تھام کے بیٹھا ہے کوئی اپنا جگر
واہ کیا خوب تری انجمن آرائی ہے

اب تو رسوائے زمانہ ہوں خدا خیر کرے
کوئی مجنوں مجھے کہتا کوئی سودائی ہے

ڈر ہے توبہ کہیں ٹوٹے نہ تیری اے زاہد
آسماں رنگ بدلتا ہے گھٹا چھائی ہے

اب تو للہ دکھا دیجئے صورت اپنی
ایک مدت سے رضا آپکا شیدائی ہے

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

تسبیح کی حاجت ہے نہ زنار کی حاجت
مجھ رند کو ہے ساقیٔ گلنار کی حاجت
بے پردہ کبھی تم کو کسی نے نہیں دیکھا
پوری نہ ہوئی کوئی طلبگار کی حاجت
کیوں دست طلب غیر کے آگے میں پساروں
تم چاہو تو پوری ہو دل زار کی حاجت
تم ہو تو نہیں مجھ کو کسی شے کی ضرورت
اپنے سے ہے مطلب نہ تو اغیار کی حاجت
وہ رشک چمن جب سے مرے مدِ نظر ہے
گل کی مجھے خواہش ہے نہ گلزار کی حاجت
کیا کم ہے رضا میرے لئے الفت وارث
سلطاں سے غرض اور نہ زردار کی حاجت

میری آنکھوں میں جب صورت تمہاری جلوہ گر ہو گی
زمانہ کیا ہے پھر مجھ پر زمانہ کی نظر ہو گی

خبر کیا تھی مجھے دارِ فنا کی کیفیت اے جاں
تری فرقت میں اپنی عمر رو رو کر بسر ہو گی

شب وعدہ تو اک امید تھی پر یہ نہ سمجھا تھا
ترے آنے سے پہلے گل میری شمع سحر ہو گی

اشارے پر ترے قاتل یہ اپنی جان نکلی ہے
میرا مدفن ادھر ہو گا تیری مرضی جدھر ہو گی

پہنچ جاؤں گا میں بھی اے رضا کوئے مدینہ میں
میری حالت یہ جس دم رحمتِ خیر البشر ہو گی

مجھے جس دم خیال صورتِ جانانہ آتا ہے
تو دشواری سے قبضہ میں دل دیوانہ آتا ہے
تڑپتا لوٹتا گرتا کوئی دیوانہ آتا ہے
تیری محفل میں جو آتا ہے بیتابانہ آتا ہے
بہار موسم گل کیا یہ تیرا فیض ہے ساقی
کہ منھ کو چومنے اب دمبدم پیمانہ آتا ہے
میں وہ میکش ہوں اے زاہد کہ جسکی پیشوائی کو
طواف رند کرنے آج خود میخانہ آتا ہے
رضا سمجھو کہ وصل یار بھی گویا قیامت ہے
کہ خود شمع پہ جلنے کے لئے پروانہ آتا ہے

زاہد حسنِ مجاز کیا جانے
رنگ رازو نیاز کیا جانے
خفتگیٔ ضبط راز کیا جانے
غم ہستی گداز کیا جانے
ہم سمجھتے ہیں سب طلسمِ مجاز
صوفیٔ پاک باز کیا جانے
جس نے اب تک نہ کی جبیں سائی
پھر وہ شان نماز کیا جانے
بس کہ سب خیر و شر ہمیں سے ہے
اس کو وہ مستِ ناز کیا جانے
بڑھتی جاتی ہیں کاوشیں دل کی
حسن یہ سوز و ساز کیا جانے
پھر تو ہی بے خودیٔ دل ہے رضا
کوئی اخفائے راز کیا جانے

کہوں کس سے میں غم کی داستاں نہ انیس ہے نہ تو یار ہے
جو شفیق ہے دلِ زار ہے جو انیس ہے مرا یار ہے

چلی اس ہوا کے خزاں عجب کہ چمن سرور کا جل گیا
نہ تو بلبلوں کے ہیں چہچہے نہ گلوں میں رنگِ بہار ہے

جہاں کل تھی محفلِ قیصری شب و روز رقص میں تھی پری
وہاں آج چل کے تو دیکھئے وہیں ہے کسی کا مزار ہے

جو زمیں پہ صاحبِ جاہ تھے وہ کہاں گئے وہ کہاں گئے
نہ وہ تاج ہے نہ وہ سلطنت نہ وہ شہر ہے نہ دیار ہے

کسی شوخ چشم نے کر دیا مجھے ہائے ایسا اسیرِ غم
میرا دل شکستہ ہے دوستو میرا ہائے سینہ فگار ہے

تیری انجمن میں ہے وہ ستم نہیں قتل گہہ سے ذرا بھی کم
جسے دیکھتا ہوں میں اے صنم وہی ہائے غم کا شکار ہے

نہ کھلے گا راز یہ غیر پر کوئی عیب جوئی کرے اگر
بخدا خدا ہی ہے جانتا رضا جس کا عاشقِ زار ہے

سازِ ہستی چھیڑنے والے بتا کیا راز ہے
کون وہ پردہ نشیں ہے کسکی یہ آواز ہے
اک اشارے میں دل و جاں جسنے گھائل کردیئے
وہ نشانہ اور ہے وہ اور تیر انداز ہے
ہو پرد ہو کر کبھی ہوتا ہی نہیں تیرا وصال
بے نیازی بھی تیری گویا سراپا ناز ہے
تیرے بیمارِ محبت کے لیے اے جانِ من
زندۂ جاوید یہ تیرا لبِ اعجاز ہے
ہر گھڑی کیوں چھیڑتے رہتے ہو یہ اچھا نہیں
میری ہستی دوستو ٹوٹا ہوا اک ساز ہے
اک تماشا گاہ عالم کیوں نہ ہو مقتل میں آج
میری گردن اور شمشیرِ بتِ طناز ہے
ہر گھڑی ہتھیلی پہ ہے اور سر سے کفن باندھے ہوئے
جسکو کہتے ہیں رضا وہ عاشق جانباز ہے

کیا غرض ہے کہ عبث ناز اٹھائے کوئی
وہ نہ مانیں گے اگر لاکھ منائے کوئی

رنج کے بعد سنا ہے کہ خوشی ہوتی ہے
جتنا چاہے مجھے جی بھر کے رلائے کوئی

دل کا ہر داغ منوّر ہے پسِ مردن بھی
شمع تربت پہ نہیں میرے جلائے کوئی

اُنکے ہنسنے میں بھی اک راز ہے پنہاں اے دل
پھر اسی طور سے بجلی نہ گرائے کوئی

کس قدر خون کی پیاسی ہے وہ قاتل کی نظر
میں بھی دیکھوں تو ذرا آنکھ ملائے کوئی

ایک دل اور ہزاروں ستم اللہ اللہ
تیر پر تیر نہ اس طرح چلائے کوئی

یہ وہ جوہر ہے رضا جس کا پرکھنا مشکل
دُرِ مضموں کسی قابل کو سنائے کوئی

شاد ماں دل ہوگا اپنا رنج و غم کھائیکے بعد
پھر وہی آپس میں مل بیٹھیں گے شرمانیکے بعد
تو نہ ہو گر ساقیا تو ہاپیچ ہے میرے لئے
لاکھ پیمانہ ملے گر مجھ کو پیمانے کے بعد
پھر وہی اڑتی رہے گی خاک میری قبر پر
چار دن میں دیکھ لینا پھول برسانیکے بعد
دیکھئے کیا رنگ لاتی ہے کسی کی دوستی
پھر وہی اک بیخودی ہے ہوش میں آنے کے بعد
اپنی قسمت پر جو نازاں ہے رضائے وارثی
ہاتھ آئی ہے یہ دولت ٹھوکریں کھانیکے بعد

غم نہیں اس کا جو برگشتہ مری تقدیر ہے
میرے ہاتھوں میں تو اے دل دامنِ شبیرؑ ہے

میں عدم کا رہنے والا ہوں مجھے مطلب ہے کیا
دار فانی صرف دو دن کے لئے جاگیر ہے

کھل گئیں آنکھیں بقا سے جب فنا ہم ہو گئے
وہ ہمارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے

اک تصور میں نظر آنے لگا حسنِ ملیح
اللہ اللہ کس قدر دلکش تیری تصویر ہے

کیوں نہ ہو اللہ سے واصل بھلا پھر جیتے جی
اے رضاؔ صادق ہے تو دل سے فدائے پیر ہے

ہم کو کعبے کی حسرت ہے نہ بت خانے کی
دھن لگی ہے مجھے ساقی ترے میخانے کی
عشق ہی سے ہوا اظہار حسینوں کا جمال
شمع کہتے ہو جسے آگ ہے پروانے کی
دل لگانے کا نتیجہ ہی برا ہوتا ہے
جان الجھن میں پڑی ہے ترے دیوانے کی
حشر تک خیر منائیں گے ہم اے بادہ کشو
اُسی ساقی، اُسی شیشے اسی پیمانے کی
مر مٹا میں جو رضائے بت کافر میں رضا
دھوم خلقت میں مچے گی میرے افسانے کی

رضا شاہ ؎

ایک قطرہ سے جو بن جائے گا دم میں دریا
تشنہ لب جو ہے وہ آئے مرے سرکار کے پاس

اوگھٹ شاہ ؎

یہی دیکھا تماشا جا کے ہم نے بزم جاناں میں
کہیں لاشہ تڑپتا ہے کسی جا رقص بسمل ہے

رضا شاہ ؎

تھا نظر آیا بُتِ کافر کا جلوہ اک طرف
رقصِ بسمل اک طرف طُرفہ تماشہ اک طرف

خواجہ میر درد ؎

گذرا ہے بتا کون صبا آج ادھر سے
گلشن میں ترے پھولوں کی یہ بات نہیں ہے

رضا شاہ ؎

کیا جانے کون رشکِ چمن جلوہ گر ہوا
اِترا رہی جو آج نسیمِ صبا بھی ہے

نہ باندھا آپ نے سہرہ شہادت کا مرے سر سے
ڈرایا کس نے مقتل میں جفا کے تیز خنجر سے

نمایاں موجِ دریا ہے ہمارے دیدۂ تر سے
ملا ہے سلسلہ اشکوں کا جا کر حوضِ کوثر سے

نہ لو یوں چٹکیاں ہر دم دلِ نازک شکستہ ہے
نہ چھیڑو زخمِ الفت کو ہمارے نوکِ نشتر سے

جمالِ یار جو دیکھا گرے موسیٰ بھی غش کھا کر
بھلا ذرہ ملائے آنکھ کیوں کر مہرِ انور سے

رضائے حق میں مرجانا یہی ہے بندگی اپنی
بھلا سر کیوں نہ پھوڑوں میں صنم خانے کے پتھر سے

وہی اک خدائے بزرگ ہے جو مری صدا ہے اذان میں
تری ذات بندہ نواز ہے کوئی کہہ رہا ہے اذان میں
کبھی کعبہ سے یہ اٹھی صدا کبھی مسجدوں سے یہ غل ہوا
کہ قریب وقت نماز ہے وہ پکارتا ہے اذان میں
یہ صلوٰۃ ہے یہ نماز ہے یہ قیام ہے یہ سلام ہے
یہی التجائے امام ہے یہی مدعا ہے اذان میں
چلو آؤ مومنو جلد تر کہ قریب وقتِ نماز ہے
جسے تم نے اپنا خدا کہا وہ بلا رہا ہے اذان میں
ہوئے پیدا جب تو اذاں ہوئی دم سجدہ رخصت جاں ہوئی
میری ابتدا ہے اذان میں میری انتہا ہے اذان میں
جو ازل سے اپنا امام ہے رضا وہ تو عالی مقام ہے
مئے حبِ احمد مصطفےٰ وہ پلا رہا ہے اذان میں

یا الٰہی تو بڑا دم ساز ہے
بے نیازی بھی تری اِک ناز ہے
ارنی ارنی کی صدا دیتا ہوں میں
لن ترانی کیوں تری آواز ہے
تیری چالوں سے ہے واقف دو جہاں
تجھ سے بڑھ کر کون فتنہ ساز ہے
عشق سے اظہار ہے شوخی تیری
حسن والوں میں ترا انداز ہے
فوقیت ابرو کو ہے شمشیر سے
تیر سے بڑھ کر نگاہِ ناز ہے
آج میدان محبت میں رضا
ہر یکے ہے عاشقِ جانباز ہے

کم نہیں رنگِ چمن سے ہے جو میخانے کا رنگ
ساقیٔ گل رنگ سے ملتا ہے مستانے کا رنگ

ہو نہ ہو شائد رُخِ جاناں کا بوسہ لے لیا
آج کیوں بدلا نظر آتا ہے دیوانے کا رنگ

دور میں آتا نہیں کیا جانے پھر کیا ہو گیا
کل تلک تھا اوج پہ گردش میں پیمانے کا رنگ

تھام لوگے دل سنوگے داستانِ غم اگر
ملتا جلتا قیس سے ہے میرے افسانے کا رنگ

تیرے جلوے سے لگے ہیں انجمن میں چار چاند
خوب نکھرا ہے مری جاں آئینہ خانے کا رنگ

سرخ روئی اس کو کہتے ہیں کوئی دیکھے ذرا
شمع سے کچھ کم نہیں پھیلا ہے پروانے کا رنگ

کون سمجھے گا بھلا رازِ حقیقت اے رضا
دین و دنیا سے الگ ہے انکے یارانے کا رنگ

کہاں وہ نہیں اس کا جلوہ نہیں ہے
کہ پردے میں بھی اس کا پردہ نہیں ہے
اڑاتا پھروں کس لئے خاکِ صحرا
میرے سر میں سودائے لیلا نہیں ہے
عبث اس کی فرقت میں تڑپا کروں میں
وہ کا فرادا تو کسی کا نہیں ہے
تیرے راز مخفی کو کیا سمجھے کوئی
بس اتنا ہی سمجھے کہ سمجھا نہیں ہے
پتہ کیا بتاؤں میں اس لاپتہ کا
وہ ایسا ہے عالم میں جیسا نہیں ہے
نگاہوں میں پھرتا ہے وہ رشکِ یوسف
کہ یعقوب نے جس کو دیکھا نہیں ہے
رضا تاب کیا ہے کہ ہر کوئی دیکھے
کہ وارث کا جلوا تماشا نہیں ہے

تصورات کی دنیا بسا کے پیتا ہوں
جنابِ شیخ کو ساقی بنا کے پیتا ہوں
نہ جانے قلب میں کیا کیا چھپا کے پیتا ہوں
میں اپنی میں سے بھی ساغر چرا کے پیتا ہوں
کہ آج میکدہ سر پر اٹھا کے پیتا ہوں

تمنا کچھ ہے تو کر پیروی فقیروں کی
انہیں کے در سے بڑھی تمکنت امیروں کی
نگاہِ شوق ترستی ہے ہم اسیروں کی
یہ جلوہ گاہ ہے یا بارگاہ پیروں کی
اسی سے گیروا دامن رنگا کے پیتا ہوں

یہ خرقہ پوش ہیں جلوہ چھپا ہے سینوں میں
یہی ہیں جلوہ نما سارے نازنینوں میں

چھپائے ہیں یدِ بیضا یہ آستینوں میں
جسے ہو دیکھنا ہو جائے خوشہ چینوں میں
میں اپنے خرمنِ دِل کو جلا کے پیتا ہوں

جنابِ شیخ کو نفرت عبث شراب سے ہے
انہیں تو خوف قیامت سے ہے عذاب سے ہے
نہ حشر کا مجھے کھٹکا نہ تو عتاب سے ہے
مجھے امید فقط لطفِ بے حساب سے ہے
رسولِ پاک کو ساقی بنا کے پیتا ہوں

نمایاں ہو کے دکھا دے جمالِ ہوشربا
کھڑے ہیں دیر سے مشتاقِ دید سر کو جھکا
میں اپنے خضرِ محبت کو ڈھونڈتا ہی رہا
رضا وہ دیکھ تو کس نے اٹھا دیا پردا
میں آج پردہ تو یہ اٹھا کے پیتا ہوں

میری شان وہ ہے کہ میں جا بجا ہوں
جہاں ڈھونڈیئے ہر جگہ برملا ہوں
جہانِ تجسّس میں نورِ خدا ہوں
خدائی ہے میری میں عقدہ کشا ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

میرا روپ گویا ہے اک نورِ وحدت
کہاں نور میں سایۂ آدمیت
سمجھ کون سکتا ہے میری مشیت
جو میرے ہیں میں انکا مشکل کشا ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

میں ستار ہوں اور غفار ہوں میں
میں جبار ہوں اور قہار ہوں میں
سمجھ میں نہ آئے وہ اسرار ہوں میں
جو سمجھے مجھے اس کے دل کی صدا ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

میرے نور سے دونوں عالم ہیں روشن
ستاروں میں رونق فلک ہے مُزیّن
چمکنے لگا مجھ سے دنیا کا گلشن
میں ہر شے میں ہوں اور جلوہ نما ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

عقیدت سے جس نے مجھے جب پکارا
دیا میں نے ہر ڈوبتے کو سہارا
میری رحمتوں کا وہ بہتا ہے دھارا
کہ منجدھار میں سب کا میں ناخدا ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

مصیبت کا مارا رضا کُو بکُو ہے
رضائے خدا میں رضا سُو بسُو ہے
تڑپتی ہے جاں لب پہ اب ہائے ہُو ہے
یہ آواز آئی کہ میں دیکھتا ہوں

ہر اک روپ میں ہوں میں ان روپیا ہوں

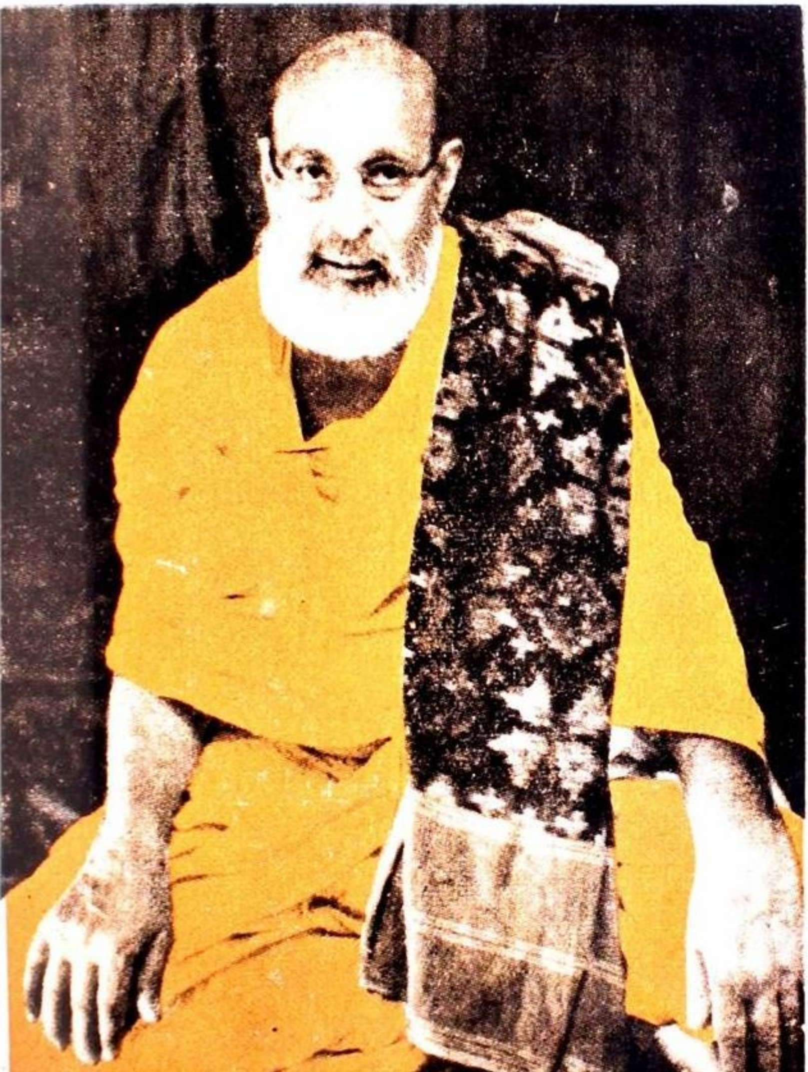

حقائق و معارف آگاہ

حاجی حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی

★

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی بچھرایونی ضلع مُرادآباد یُوپی کے سربرآوردہ چودھری خاندان میں شاہ شمس الدّین صاحب صابری چشتی قادری کے یہاں ۸ر محرم الحرام ۱۲۹۱ھ کو رونق افروز ہوئے۔

تاریخی نام اصغر اور آبائی نام بدرالدّین تجویز ہوا۔ بچپن ہی میں والدین کا وصال ہوگیا۔ والد ماجد کی وصیّت کے مطابق آپ نے دیوہ شریف جاکر وارثِ پاک سے بیعت لی۔ والد بزرگوار کی صحبت اور توجہ نے ابتدا ہی میں آپ کو رُوحانیت میں کامل کردیا تھا۔ وارثِ پاک کی مخصوص عنایت نے اس میں جلا پیدا کردی، آپ کے بیعت ہونے کے بعد جلد ہی احرام پوش فقیر بنادیا اور اُنھیں اُن کے والد کے مزار پر رہنے کا حکم دیا نیز آپ کا نام بدرالدّین کی جگہ اوگھٹ شاہ رکھا گیا۔

۱۳۱۶ھ میں آپ نے اپنے والد کا عُرس شروع کیا جو اب تک یکم چیت لغایتہ چار چیت ہوتا ہے۔ ۱۳۷۲ھ کے بعد سے آپ کا عُرس بھی انھیں تاریخوں میں خانقاہ وارثیہ بچھرایوں میں ہورہا ہے جس میں ملک کے مشاہیر صوفیا، معتقد اور نامور قوال شریک ہوتے ہیں۔

آپ مخصوص وقت میں اپنے پیرومرشد حاجی وارث علی شاہ صاحب کو مشائخین کا عاشقانہ کلام سُناتے تھے اور اُسی ذوق و شوق اور شدّتِ عشق کی کیفیت میں خود بھی شعر کہنے پر مجبور ہوگئے۔

شیدا میاں نے جو وارثیہ سلسلہ کے زبردست عالم اور حیاتِ وارث کے مصنف گذرے ہیں آپ کو وارثِ پاک کے خاص الخاص شاعروں میں شمار کیا ہے آپ کا مجموعہ کلام ۱۳۲۷ھ میں فیضانِ وارثی کے نام سے طبع ہوا جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔ آپ کی قائم کردہ خانقاہ وارثیہ بچھرایوں اور انجمن اتحاد وارثیہ دہلی کے علاوہ معتقدین نے میرٹھ میں انجمن خدّامِ وارثیہ جگدیش پور میں انجمن وارثیہ، کراچی و لاہور میں بھی وارثی انجمنیں قائم کی ہیں جہاں ماہانہ و سالانہ تقریبات ہوتی ہیں۔

آپ کا وصال ۱۳۷۲ھ میں پٹنہ میں ہوا اور تجہیز و تکفین خانقاہ وارثیہ بچھرایوں میں ہوئی جہاں آپ کے مزار پر عالیشان مقبرہ تعمیر ہے۔

آپ کے مُریدین کی تعداد ہند و پاک میں ہزاروں کی تعداد میں ہے آپ کے کئی مُرید احرام پوش فقیر بھی ہیں جو سلسلۂ وارثیہ کے اچھے بزرگ ہیں۔

اپنے والد کی وصیت کے مطابق آپ نے شادی بھی نہیں کی اور ساری عمر عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ آپ کی ہمشیرہ صابر شاہ صاحبہ وارثیہ آپ کے وقف کی متولّی ہیں، جو خود بھی متوکل فقیر ہیں۔ آپ کے قلبی مُریدین

قدیر احمد وارثی (ایم۔اے)

تعارف

آج کے بحرانی دور میں اُردو کا کوئی اخبار یا رسالہ نکالنا اور اُسے کامیابی کی منزلوں تک پہنچانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ خصوصیت سے ہفت روزہ یا نیم ماہی اخبار فصلی کیڑے مکوڑوں کی طرح وجود میں آتے رہتے ہیں اور اپنی تقدیر کا ماتم کرتے ہوئے روپوش ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے گنے چُنے اخبار دو چار سال کی بہارِ جانفزا دکھلا کر میدانِ صحافت میں اپنا نام روشن کر جاتے ہیں ورنہ حیاتِ دوام کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

اب سے تین سال پہلے میرے بڑے بھائی جناب عزیز وارثی نے "ندائے اتحاد" کے نام سے پندرہ روزہ اخبار کا اجرا کیا۔ اس کی بنیادی پالیسی بہت نیک اور اہم تھی یعنی ملک کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے اندر ذہنی، جذباتی اور رُوحانی ہم آہنگی، یکجہتی اور یگانگت پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنا۔ یہ فرض ادا کرنا اس جیسے اخبار کے لایقینی مستقبل سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار تھا۔ لہذا راقم الحروف بھی اخبار کی طرف سے کسی خاص خوش فہمی میں مبتلا

کے علاوہ نسبی خاندان کے بیشتر افراد بھی آپ سے بیعت ہیں۔ آپ کا اخلاق اتنا وسیع اور اعلیٰ تھا کہ آج بھی ہر مُرید یہ سمجھتا ہے کہ میرے مُرشد سب سے زیادہ مجھ ہی پر مہربان تھے۔ جو بھی ایک بار آپ سے ملا ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ نسل وقوم، بہتر و کمتر کا امتیاز آپ کے مزاج میں بالکل نہیں تھا اپنے پیر و مرشد حاجی وارث علی شاہؒ کے مشن کی تبلیغ فرماتے تھے اور ہر عقیدتمند کو یہی ہدایت ہوتی تھی محبت رکھو، محبت کرو جو انسان سے محبت کرے گا وہ اپنے مذہب کے بزرگوں سے بھی محبت کرے گا اور وہی خدا کا سچا عاشق ہوگا اپنے پیر کی محبت میں اتنے غرق ہو چکے تھے کہ کوئی نفس اُن کی یاد سے غافل نہیں تھا۔ آپ کا طور وطریق آپ کا انداز اور آخر میں آپ کی شبیہہ حاجی وارث علی صاحبؒ کی شبیہہ معلوم ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

خیال کر کے جو میں نے دیکھا اسی کی صورت چمک رہی ہے
اسی کا نقشہ ہے چار جانب اسی کی رنگت دمک رہی ہے

تمہارے فیضِ قدم سے جاناں ہوا ہے سرسبز باغِ عالم
تمام اِس گلشن جہاں میں تمہاری خوشبو مہک رہی ہے

نہ درد جائے گا چارہ ساز و عبث تمہاری ہے فکر و کوشش
کسی حسیں کی یہ نوکِ مژگاں ہمارے دل میں کھٹک رہی ہے

یہ باغِ عالم میں رنگ دیکھا کوئی ہے غمگیں کوئی ہے خنداں
کہیں ہے شورِ فغانِ قمری کہیں پہ بلبل چہک رہی ہے

عجب طرح کی یہ کشمکش ہے کہ ہم کو ہے انتظارِ جاناں
کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر اجل سرہانے یہ بک رہی ہے

بسی گلوں میں اسی کی بو ہے پری وشوں میں اسی کی خو ہے
بتوں کے پردے میں دیکھ او گھٹ اسی کی صورت مہک رہی ہے

نعت

آبادِ جنوں میں کروں صحرائے مدینہ
ہو جائے اگر الفتِ لیلائے مدینہ

یارب نہ لگے روضۂ رضواں میں میرا دل
گھبرا کے شب و روز کہوں ہائے مدینہ

پوچھیں گے نکیرین تو کہہ دوں گا یہ زاہد
ہے مالک و مولا میرا آقائے مدینہ

زاہد مجھے تا حشر خمار اس کا رہے گا
پی آیا ہوں میں ساغرِ صہبائے مدینہ

او گھٹ نہ رہے پھر مجھے کونین کی خواہش
قسمت سے جو مسکن مرا ہو جائے مدینہ

صلّی اللہ علیہ وسلّم

نورِ الٰہی اشرف و اطہر صلے اللہ علیہ وسلم
اقدس و افضل سیّد و سرور صلے اللہ علیہ وسلم
مظہرِ خالق مخبر صادق فخر رسل محبوبِ الٰہی
مصدرِ خوبی شافع محشر صلے اللہ علیہ وسلم
اشرفِ آدم فخر سلیماں غیرت یوسف رشکِ مسیحا
خضر زماں کونین کے رہبر صلے اللہ علیہ وسلم
مطلع رفعت مہر رسالت ہادیِ کامل ظلِ حمایت
مالکِ جنت ساقی کوثر صلے اللہ علیہ وسلم
اوگھٹ جوگی بن کے نکلنا احمد نام کی سمرن جپنا
لکھنا اپنی لوحِ جبیں پر صلے اللہ علیہ وسلم

وَارثِ پاکؒ

الٰہی جب دم لبوں پہ دم ہو زباں ہو صرفِ ثنائے وارث
کہ دل میں شوقِ وصالِ وارث ہو آنکھ محوِ لقائے وارث

جہاں میں اپنی نظر سے گذرے ہزاروں خوش رو حسین لاکھوں
مگر نہ دیکھی یہ شان و خوبی جدا ہے سب سے ادائے وارث

نہ پوچھ واعظ ہمارا مشرب نہیں ہے دیر و حرم سے مطلب
زمانہ گذرا ہو کر کے بیٹھے ہیں دین و ایماں فدائے وارث

کہاں کا پردہ حجاب کیسا خدا بھی پوچھے تو صاف کہہ دیں
ہماری ملت ہے عشقِ وارث ہمارا ایماں ولائے وارث

جو سب کی مشکل میں کام آئے کرے غریبوں کی دستگیری
لگائے بیڑا جو پار او گھٹ نہیں ہے کوئی سوائے وارث

تیری محفل میں یہ حیا نا نہ دیکھا
جسے دیکھا اسے پروا نہ دیکھا
کسی پردہ نشیں کی جستجو میں
کبھی کعبہ کبھی بت خانہ دیکھا
کرامت یہ بھی ہے پیر مغاں کی
کہ زاہد نے در میخانہ نہ دیکھا
ہوئے سرشار دبےخود شیخ صاحب
کہو فیض در میخانہ نہ دیکھا
خدا شاہد ہے سچ کہتا ہوں زاہد
بتوں میں جلوہ جانا نہ دیکھا
رہی حسرت نہ سیر لامکاں کی
شہ وارث کا جب کاشانہ دیکھا
خفا ہوتے ہیں بھی اس بت کے او گھٹ
عجب اک ناز معشوقانہ دیکھا

کریں آہ و فغاں پھوڑیں پھپھولے اس طرح دل کے
ارادہ ہے کہ روئیں عید کے دن بھی گلے مل کے

تماشے دیکھتے ہیں آج کل وہ رقص بسمل کے
سنے ہم نے بھی غیروں سے یہ قصے ان کی محفل کے

کہانی میں تسلسل ہے نہ موزوں ہے کوئی قصہ
فسانے بھی پریشاں ہیں ہمارے مضطرب دل کے

جگہ رونے کی ہے مدہوش پا کر باغ عالم میں
مری غفلت پہ یہ غنچے بھی اب ہنستے ہیں کھل کھل کے

بلایا پہلے مقتل میں کیا پھر ذبح خود مجھ کو
قیامت تک نہ بھولوں گا یہ احساں اپنے قاتل کے

مجھے مشکل کشا سمجھوں نہ کیوں کر اے مرے وارث
ترے ہاتھوں سے حل ہوتے ہیں عقدے میری مشکل کے

غم و رنج و الم کا سامنا اے گھٹؔ نہ کیوں کر ہو
کہ راہ عشق میں یہ مرحلے ہیں پہلی منزل کے

جہاں میں جہاں جس کو ہم دیکھتے ہیں
تمہیں کو تمہاری قسم دیکھتے ہیں

طلب گار تیرے بچشم حقیقت
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں

برابر ہیں گبر و مسلمان ہم کو
زیادہ کسی کو نہ کم دیکھتے ہیں

ترے عاشقوں کو نہ دوزخ کا ڈر ہے
نہ حسرت سے سوئے ارم دیکھتے ہیں

طبیبوں نے سمجھا ہے کیا یہ تماشہ
میری نبض کیوں دمبدم دیکھتے ہیں

نہیں بند ہے بابِ احسانِ وارث
ہم ان کا برابر کرم دیکھتے ہیں

لڑی ہے کسی گل سے کیا آنکھ اوگھٹ
تمہیں مضطر و چشم نم دیکھتے ہیں

میرے مہ جبیں نے بصد ادا جو نقاب رخ سے اٹھا دیا
جو سنا نہ تھا کبھی ہوش میں وہ تماشا مجھ کو دکھا دیا
شبِ خواب میں وہ حسیں یہ کہتا تھا مٹیں گی حسرتیں
پہ جفا یہ بادِ سحر نے کی چلی یوں کہ مجھکو جگا دیا
میں اگرچہ خاک میں مل چکا مگر ان کے دل میں غبار تھا
کہ نشانِ قبر بھی ڈھونڈ کر میرے سنگدل نے مٹا دیا
چھٹے قیدِ دیر و حرم سے ہم ہوئے خواب وہ جو خیال تھے
مجھے ساقیا یہ بیخودی کہ وہ جام تو نے پلا دیا
تجھے دیکھ لے یہ مستِ خوش ادا بھری آنکھ ساری خدائی تھی
وہ جو یادگاری نقش تھیں صورتیں انہیں صاف دل سے بھلا دیا
میں وہ حسرتِ خانہ خراب ہوں کہ چمن قفس کا ہے ذکر کیا
لیا گر حسینوں نے مول بھی مجھے صدقہ کرکے اڑا دیا
مرا گرچہ اودگھٹ نام ہے پہ کرم ہے وارث پاک کا
زہے شان دم میں غنی کیا کہ گدا سے شاہ بنا دیا

بوسۂ رُخ کا جو میں سائل ہوا
ہنس کے بولے تو بھی اس قابل ہوا
شہر چھوڑا خانہ ویرانی ہوئی
عاشقی میں یہ ہمیں حاصل ہوا
ناوکِ مژگانِ جاناں دیکھ کر
چھن گیا سینہ جگر گھائل ہوا
جس کی گنجائش نہ ہو کونین میں
اس کے رہنے کا مکاں یہ دل ہوا
بن کے آدم اپنے نظارہ کو خود
جلوہ فرما وہ مہِ کامل ہوا
جس کے حامی حضرت وارث ہوئے
حل اُسی کا عقدۂ مشکل ہوا
سُن کے اوگھٹ کی فغاں بولا وہ بُت
اس پہ کیا قہرِ خدا نازل ہوا

نہیں تھا۔ لیکن اب تین سال کے بعد جب دیکھا جاتا ہے کہ اخبار اپنی بنیادی پالیسی کو بدستور اپنائے ہوئے خوب سے خوب تر کی جستجو میں رواں دواں ہے اور موجِ حوادث سے ہنستا کھیلتا چلا جا رہا ہے تو حیرت بھی ہوتی ہے اور فخر و انبساط بھی۔ اخبار کے قارئین کو بخوبی علم ہے کہ ندائے اتحاد نے عام شماروں کے ذریعہ ادبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، تفریحی اور رُوحانی خدمات کا ایک قابلِ رشک فریضہ ادا کیا ہے اور اپنے خاص شماروں سے لائقِ فخر خدمت انجام دی ہے۔ اس کامیابی کا سہرا عزیز وارثی کے اُن ہم خیال دوستوں اور بہی خواہوں کے علاوہ اخبار مذکور کے قدردانوں کے سر بھی ہے۔ انھیں سے اس کے خوش آیند مستقبل کی اُمیدیں وابستہ ہیں۔

کسی اخبار یا رسالہ کی مستقل کامیابی یا اس کی اقتصادی بنیاد کا تقاضہ ہے کہ اُس کے لئے مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ تلاش کیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت "مکتبہ ندائے اتحاد" کا انعقاد عمل میں آیا ہے۔ جو کتابوں کی خرید و فروخت کے علاوہ تصنیف و تالیف کا فریضہ بھی انجام دیگا۔ آپس میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے والے عنوانات پر معروف شعرائے کرام کے کلام، افسانوی اور غیر افسانوی ادب پر کتابیں شائع کرے گا حدیث معرفت سے اس سلسلہ کی بسم اللہ کی جا رہی ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ یہ کتاب ایک طرف تو ہمارے ہم وطنوں کے لئے ندائے اتحاد ثابت ہو اور دوسری طرف اس ادارہ کے لئے منفعت کا باعث۔ کتاب ہذا ندائے اتحاد اور رضا وارثی

جس کو دیکھا کشتۂ اندازِ معشوقانہ ہے
جو تیری محفل میں ہے اے شمع وہ پروانہ ہے
ذکرِ عشق و عاشقی سن کر وہ بولا بدگماں
سب یہ باتیں ہیں بناوٹ کی فقط افسانہ ہے
ہم رہیں صحرا میں اور درد و الم دل میں رہیں
ہم مسافر ہیں ہمارا دل مسافر خانہ ہے
کفر اور اسلام سے واعظ نہیں مجھ کو غرض
دین و ایماں عشق ہے ملت مری رندانہ ہے
کیوں تصور ان بتوں کا دل میں رہتا ہے مرے
یا الٰہی دل ہے میرا یا کوئی بت خانہ ہے
شیخ کو کعبہ مبارک برہمن کو بت کدہ
رند ہوں زاہد مجھے کافی در میخانہ ہے
جس کو دیکھا شاہ وارث نے ہوا بیہوش و مست
آنکھ ہے یا بادۂ وحدت کا یہ پیمانہ ہے
سینہ کوبی دیکھ کر اوگھٹ کی بولا وہ حسیں
یہ کوئی سودائی ہے خبطی ہے یا دیوانہ ہے

ایک خوش رو سے محبت ہو گئی
دل لگی کی اچھی صورت ہو گئی
لاکھ پردہ کیجئے ہوتا ہے کیا
آپ کی ظاہر حقیقت ہو گئی
عشق بازی میں یہ آزادی ملی
دین و دنیا سے فراغت ہو گئی
سنتے ہیں واعظ کی مینخانہ میں آج
رہن دستارِ فضیلت ہو گئی
ہم کو کیا خوشرو جہاں میں لاکھ ہوں
ہو گئی جس سے محبت ہو گئی
اس کا بحرِ غم سے بیڑا پار ہے
جس پہ وارث کی عنایت ہو گئی
اب گلے مل جاؤ اوگھٹ پیا رہے
ہو چکا شکوہ شکایت ہو گئی

رہا نہ ہوش کیا عشق میں یہ کیا ہم نے
بتوں کو سجدہ کیا جان کر خدا ہم نے

ہزار حیف نہیں کچھ خطر کہ روزِ الست
اسی زباں سے کہا تھا بلا بلا ہم نے

بتوں کا عشق ہوا جب نصیب اے واعظ
کہ مدتوں کیا پہلے خدا خدا ہم نے

تمہیں تو آ گئے دو دن میں جور و ظلم و ستم
تمام عمر میں سیکھی ہے اک وفا ہم نے

سنا ہے کہتا تھا او گھٹ کہ دین و ایماں بھی
نثار حضرتِ وارث پہ کر دیا ہم نے

ذرا سنتا نہیں کہنا کسی کا
دلِ ناداں کو ہے سودا کسی کا

حسینوں کو جہاں میں کون پوچھے
زمانہ ہو گیا شیدا کسی کا

حرم میں بت کدہ میں ہم کو واعظ
نظر آتا ہے اک جلوہ کسی کا

خدا شاہد نہیں تقصیر میری
ہوا دل خود بخود بندہ کسی کا

سنا ہے آج کل دیر و حرم میں
ہوا کرتا ہے پھر چرچا کسی کا

تصور میں سدا رہتا ہے اکثر
قدِ بالا رخِ زیبا کسی کا

شیخ نے کی رہنِ مے دستار آج
مل گیا رندوں میں یہ ابرار آج
خواب میں دیکھا ہے روئے یار آج
بخت گفتہ ہوگیا بیدار آج
شام کو آئے گا وہ بالائے بام
صبح سے بیٹھیں پسِ دیوار آج
کل ہی دیکھے تھے لبِ جاں بخش وہ
ہوگیا اچھا دلِ بیمار آج
دیکھ لیں گر اس کو شیخ و برہمن
توڑ ڈالیں سبحہ و زنار آج
کس کا لے گا امتحاں کھلتا نہیں
باندھ کر نکلا ہے وہ تلوار آج
المدد اے وارثِ عالم پناہ،
کیجئے اوگھٹ کا بیڑا پار آج

دل کا عالم عاشقی میں کیا کہوں کا کیا ہو گیا
رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجہ ہو گیا

چین اک دن بھی نہ پایا تھا فراق یار میں
وحشت دل کم ہوئی تھی کچھ کہ سودا ہو گیا

گر پڑے غش کھا کے عاشق اور مردے جی اٹھے
دو قدم جب وہ چلے یہ حشر برپا ہو گیا

ہو گئے ہم صورتِ دیوار اس کو دیکھ کر
کوچۂ جاناں میں کل اپنا یہ نقشہ ہو گیا

حال سن کے یار کا آئی تنِ بیجاں میں جان
نامہ بر میرے لئے گویا مسیحا ہو گیا

سیر کرنے بام پر آیا جو وہ پردہ نشیں
سارا عالم دیکھ کر محوِ تماشا ہو گیا

ذکر اپنا آج کل سنتے ہیں او گھٹ ہر کہیں
اپنی بربادی کا بھی مشہور قصہ ہو گیا

شرم کیسی فقط بہانہ تھا
دیکھ کر مجھ کو منھ چھپانا تھا
شیخ فردوس جس کو کہتا ہے
وہی اپنا غریب خانہ تھا
یاد آتے ہیں وہ شباب کے دن
ہائے کیا وقت کیا زمانہ تھا
بعد مردن بھی ہجر کا غم ہے
ہم نے مرنا وصال جانا تھا
جو محبت کو دل لگی سمجھے
اس سے بیکار دل لگانا تھا
گھر میں اللہ کے یہ رہتے تھے
ان بتوں کا بھی اک زمانہ تھا
دی جگہ در پہ شاہ وارث نے
ورنہ اوگھٹ کہاں ٹھکانا تھا

تجھی کو جانِ جاں دیر و حرم میں جلوہ گر دیکھا
تو ہی ہر جا نظر آیا جہاں دیکھا جدھر دیکھا
کوئی زہرہ جبیں دیکھا کوئی رشکِ قمر دیکھا
سراپا خوش ادا لیکن تجھی کو سیم بر دیکھا
یہ تیری آنکھ ہے یا بادۂ وحدت کا ساغر ہے
ہوا بیہوش و بیخود جس کو تو نے اک نظر دیکھا
لحد تک بھی نہ چھوڑا میرا پیچھا دردِ دل تو نے
نہ ایسا ساتھ دینے والا میں نے عمر بھر دیکھا
سنا ہے شیخ جی آئے ہیں کعبہ سے چلو پوچھیں
نظر آیا خدا تجھی یا خدا کا خالی گھر دیکھا
یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گر کسی کو ایک نظر دیکھیں
تمہیں دیکھا کریں گی اور تمہیں کو عمر بھر دیکھا
زیارت کی کسی نے دیر کی کعبہ گیا کوئی
ہم اپنے گھر سے جب اوگھٹ چلے وارث کا گھر دیکھا

دیکھ کر اس بت کو سکتا کیوں نہو
اک جہاں محوِ تماشا کیوں نہو
دیکھتے ہیں دیکھنے والے تمھیں
کوئی صورت کوئی نقشا کیوں نہو
جس نے چھوڑا دین و دنیا کا خیال
دونوں عالم میں وہ یکتا کیوں نہو
راز افشا کر دیا منصور نے
جا بجا اب اس کا چرچا کیوں نہو
جس نے دیکھا چشم حق بیں سے تمھیں
وہ تمہارا دل سے بندہ کیوں نہو
آدمی ادگھٹ سا ہووے بت پرست
اس کی قسمت میں لکھا تھا کیوں نہو

ابروئے چشم ناز نے مژگانِ یار نے
گھائل کیا مجھے انہیں دو تین چار نے
واعظ غرض یہ تھی کہ درِ بت کدہ پہ ہم
در پردہ کل گئے تھے کسی کو پکارنے
عاشق ہزاروں صورت پروانہ گر پڑے
الٹی نقاب رخ سے جو محفل میں یار نے
کیوں بار بار جائیں نہ ہم کوئے یار میں
مجبور کر دیا ہے دل بیقرار نے
مجبور ہو کے بیٹھ رہے کوئے یار میں
ہم کو جواب دے دیا جب اختیار نے
صحرا میں ٹھہرے اور کبھی دشت میں پھرے
ہم کو دکھائی سیر یہ فصل بہار نے
اُو گھٹ غرور کیوں نہ بتوں کو ہو اس قدر
ان کو حسیں بنایا ہے پروردگار نے

مشن کلکتہ کے تعاون سے پیش کی جارہی ہے۔ رضا وارثی پریم گنگی مشن جیسا کہ بابا حسن رضا شاہ وارثی رح کے حالات سے بھی معلوم ہوگا رُوحانی یک جہتی پیدا کرنے والا مشن ہے۔ باباجی کے مُریدوں اور عقیدت مندوں نے موصوف کی خواہشات کے پیشِ نظر ۱۹۵۵ء میں اس کی داغ بیل ڈالی تھی۔ نمونے کے طور پر رانچی کے پاس کافی زمین خرید کر دیوہ نگر میں اس کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا ہے۔ یہ کٹی ۲۵ کمروں پر مشتمل ہوگی جس میں مسجد، مندر، گوردوارہ اور چرچ ہوگا اور ان چاروں مذہبوں کے مولوی، پنڈت، گرنتھی اور پادری ان میں اپنے اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق عبادت کے فرائض انجام دیں گے۔ اپنے اپنے مخصوص معمولات کے علاوہ تمام مذہبوں کے پیرو ایک دوسرے مذہب سے واقف ہوتے اور رُوحانی یکجہتی پیدا کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوں گے، تمام ملک کے صوفی اور سنت اور فقیر یہاں رُوحانی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ اُن کے قیام و طعام کا اس ادارہ کی طرف سے انتظام و انصرام ہوگا۔ اگر یہ حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا تو کثرت میں وحدت کا جلوہ پیش کریگا۔

ہندوستان میں اس مشن کی ضرورت ہمیشہ تھی اس وقت اس سے زیادہ ہے اور آئندہ اس سے بھی زیادہ رہے گی۔

حدیثِ معرفت وارثیہ سلسلہ کے خصوصًا اور رُوحانی دنیا کے عمومًا مشہور و معروف شعرا حضرت اوگھٹ شاہ وارثی حضرت بیدمؔ وارثی اور حضرت بابا حسن رضا صاحب وارثی کے

گلی میں اس نازنین جبیں کی عجیب یہ انقلاب دیکھا
نماز ہندو کو پڑھتے واعظ کو ہم نے پیتے شراب دیکھا
غنی ہے وہ مست ناز میرا ہے اس کی سرکار لا اُبالی
کبھی کرم ہے کسی پہ بیحد کبھی کسی پر عتاب دیکھا
اکیلے ہم ہیں اندھیرے گھر میں نہ فرش ہے اور کوئی یاور
جو آنکھ جھپکی بھی ہجر کی شب تو یہ پریشان خواب دیکھا
ملا یہ عشقِ بتاں کا ثمرہ کہ ٹھوکریں کھائیں چین کھویا
ابھی قیامت کا ڈر لگا ہے یہ جیتے جی یہ عذاب دیکھا
اکیلا بیٹھا تھا میرا یوسف کہ چھپ کے غیروں سے ہم بھی پہنچے
نصیب جاگے تو آج ہم نے بھی یار کو بے نقاب دیکھا
نگاہ وارث نے سینکڑوں کو بنایا قطرہ سے پل میں دریا
نظر جو آتے تھے پہلے ذرّے انہیں کو پھر آفتاب دیکھا
لیا ہے جس دن سے نام الفت کہیں نہ دم بھر بھی چین پایا
کہ ہم نے ادھ گھٹے دل حزیں کو ہمیشہ پر اضطراب دیکھا

یہ سیکھا مدت کے بعد عشق بتاں میں دھو کے اٹھا اٹھا کر
کہ آج سے دل رہا کریں گے ستم شعاروں کو آزما کر
کوئی ہے تیغ ادا کا گھائل کوئی ہے صورت پہ تیری مائل
کیا ہے عالم کو تو نے بسمل جمال اپنا دکھا دکھا کر
زیادہ سمجھا نہ مجھ کو واعظ تری نصیحت نہ میں سنوں گا
بھلا بتوں سے کروں کنارہ خدا خدا کر خدا خدا کر
تمہارا جلوہ ہے چار جانب کہیں بتاؤ کہاں نہیں ہو
قسم خدا کی میں دیکھ آیا تمہیں کو دیر و حرم میں جا کر
کہیں نہ اپنی یہ کیفیت ہو کہ شکل منصور بول اٹھوں
کیا ہے متوالا تو نے ساقی شراب وحدت پلا پلا کر
جمال وارث بھی ہم نے دیکھا لیا ہے بوسہ کبھی سنگِ در کا
ہمارا کعبہ صنم کا گھر ہے طواف کرتے ہیں جس کا جا کر
نہ پوچھو للہ دین و ایماں ہوا ہوں بندہ میں ایک بت کا
ہمیشہ اوگھٹ کروں گا سجدہ اُسی کو اپنا خدا بنا کر

ادا یہ کوئی مرتا ہے کوئی مفتوں ہے چتون پر
ہزاروں کے گلے کٹتے ہیں انکے حسنِ جوبن پر

ہمیں کو قتل کرتے ہیں ہمیں سے کہتے جاتے ہیں
رہیگا حشر تک یہ بارِ احساں تیری گردن پر

سمجھ کر کھیل مقتل میں اٹھایا نیمچہ جس دم
لگے ہنسنے دہانِ زخم قاتل کے لڑکپن پر

ستم ایجاد ہے ظالم ادا سے قتل کرتا ہے
گلے ملنے میں رکھدی تیغ ابرو میری گردن پر

یہ ڈر ہے داورِ محشر سے گر دادِ ستم چاہوں
خدا کو رحم آجائے نہ قاتل کے لڑکپن پر

رقیبوں کا مقدر کاش مل جاتا مجھے او گھٹ
کبھی تو فاتحہ پڑھنے وہ آتے میرے مدفن پر

مکیں بھی ہمیں لامکاں بھی ہمیں ہیں
کسی بے نشاں کے نشاں بھی ہمیں ہیں
کہیں صورتِ عبد ہیں سجدہ کرتے
کہیں خالقِ انس و جاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں شکلِ کثرت ہمیں عینِ وحدت
چُنیں بھی ہمیں ہیں چناں بھی ہمیں ہیں
ہمیں لفظ ہیں اور ہمیں اس کے معنی
زباں بھی ہمیں ہیں بیاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں بت پرست اور ہمیں بت شکن بھی
ہمیں بت ہیں محوِ بتاں بھی ہمیں ہیں
فنا و بقا کا بیاں کیا ہو اوگھٹ
نہیں بھی ہمیں ہیں اور ہاں بھی ہمیں ہیں

کیا اپنی حقیقت کھولوں میں کون ہوں کیسا ہوں
ظاہر میں تو بندہ ہوں باطن میں خدا ہوں
وہ جانِ جہاں مجھ میں ہے میں جلوہ ہوں اُسکا
یہ شان ہے خود قبلہ و خود قبلہ نما ہوں
میں کچھ نہیں سب کچھ ہوں نہ قادر ہوں نہ عاجز
حاکم کبھی ہوں محکوم کبھی اور سب سے جدا ہوں
نے فقر کا دعوےٰ ہے نہ ہوں لائقِ شاہی
لیکن میں درِ حضرتِ وارث کا گدا ہوں
ہیں معنی فی انفسکم جس پہ ہویدا
اوگھٹ وہ سمجھتا ہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں

شعلۂ نارِ شرربار کبھی ہوں نور کبھی ہوں
شوقِ دیدار کبھی موسیٰ کبھی ہوں اور طور کبھی ہوں
بانیٔ جور کبھی ہوں اہلِ دنیا کبھی میں ہوں
شکلِ معشوق کبھی ہوں عاشقِ رنجور کبھی ہوں
خود انا الحق کہا خود قتل کا فتوے بھی دیا
قاضیٔ شرع کبھی ہوں دار کبھی منصور کبھی ہوں
تیزیٔ ناوکِ مژگانِ بتاں کبھی میں ہوں
جگرِ عاشقِ جانباز کا ناسور کبھی ہوں
درِ وارث کا گدا یا مجھے اوگھٹ کہو شاہ
شکلِ درویش کبھی ہوں غیرتِ فغفور کبھی ہوں

میں پرتوِ انوارِ خدا اسرِ نہاں ہوں
عالم میں نشاں جس کا نہیں اسکا نشاں ہوں
صبرِ دلِ عاشق کی طرح ہوں کبھی مخفی
گہ صورتِ حسنِ رخِ معشوق عیاں ہوں
ہوں بزمِ شریعت میں کبھی صدر نشیں بھی
اور دیرِ برہمن میں کبھی محوِ بتاں ہوں
چلاتا ہوں بتخانہ میں گہ صورتِ ناقوس
ہوں شکلِ موذن کبھی آوازِ اذاں ہوں
واعظ کا ہوں پیرو کبھی زاہد کا مقلد
گہ رند ہوں اور معتقدِ پیرِ مغاں ہوں
جلاد بھی ہوں اور کبھی مظلوم کی صورت
ہوں زخمِ جگر اور کبھی نوکِ سناں ہوں
کی جس نے ہے اوگھٹ وارث کی گدائی
وہ کیوں نہ کہے غیرتِ شاہانِ جہاں ہوں

دل لیا ایماں لیا اور بے سر و ساماں کیا
یہ مرا کیسا بھرا گھر عشق نے ویراں کیا

یہ خدا کی مصلحت اس کی شکایت کیا کریں
دی بتوں کو اس نے دانائی ہمیں ناداں کیا

دین اور دنیا کے جھگڑے سے جو دی مجھکو نجات
یہ بڑا اے حضرتِ عشق آپ نے احساں کیا

عاشقوں کو پھر قضا آئی قیامت ہو گئی
پھر سمند ناز کو اس ترک نے جولاں کیا

اور او گھٹ کیا تھا میرے پاس جو کرتا نثار
حضرت وارث پہ صدقے دین اور ایماں کیا

رہے یار آنکھوں میں حسرت یہی ہے
ہماری نماز اور عبادت یہی ہے

خدائی میں ہے یہ اسی بت کا جلوہ
کہ پردہ ہے سب اور حقیقت یہی ہے

کہا وہ ہی منصور نے مرتے مرتے
رہا حق زباں پر صداقت یہی ہے

رہے چشم نم دل ہو پہلو میں مضطر
سنا ہے نشانِ محبت یہی ہے

مری قبر تک اس مرے درد دل نے
دیا ساتھ میرا رفاقت یہی ہے

حسیں جو نظر آیا اس کو دیا دل
ہماری ہمیشہ سے عادت یہی ہے

درِ شاہ وارث پہ دم نکلے اوگھٹ
تمنا یہی اور حسرت یہی ہے

چلے ہیں گیسو سنوار کر وہ کہیں قیامت بپا کریں گے
کسی ہمارے سے بے خطا کو اسیرِ زلف دوتا کریں گے
مریضِ الفت ہوں چارہ سازو اٹھاؤ ہاتھ اب خدا پہ چھوڑ دو
لبوں پہ دم آیا دردِ دل کی طبیب اب کیا دوا کریں گے
یہ مانا خوشرو ہیں بے وفا بھی شعار جور و ستم ہے انکا
مگر جو دل ہی نہ دیں گے انکو تو پھر ہما یہ کیا کریں گے
وہاں ہمیں کس کا خوف ہوگا خیال آیا تو دیکھ لینا
سنیں گے یوں سب بتوں کا شکوہ خدا سے روز جزا کریں گے
بتوں کو اب یوں جلائیں گے ہم کرینگے ان کا خیال کب تک
انہیں دکھا کر انہیں کے آگے ہمیشہ یادِ خدا کریں گے
کیا ہے یہ عہد ان حسینوں کو دینگے سو بار دین و ایماں
مگر خدا کی قسم کسی کو کبھی نہ اب دل دیا کریں گے
سنا ہے اسلام چھوڑ دیں گے بتوں کی خاطر جناب اوگھٹ
یہ بات اچھی نہیں اگر وہ کریں گے ایسا برا کریں گے

کے کلام کے انتخابات پر مشتمل ہے۔ تینوں برگزیدہ ہستیاں تصوف اور ادب کے مطلع پر آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکیں اور چمکتی رہیں گی۔ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انھوں نے اپنے مرشد کی جلائی ہوئی یک جہتی اور اتحاد کی شمع کو روشن رکھا جس کی ضیا قیامت تک جادۂ مستقیم کی راہ دکھاتی رہے گی۔

وارثیہ سلسلہ

اہل مسلک تو وارثیہ سلسلہ سے بخوبی واقف ہوں گے ناواقف حضرات کی واقفیت کے لیے اس کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر شریف میں جو روحانی پودا لگایا تھا وارثیہ سلسلہ بھی اسی کی ایک ثمر آور شاخ ہے۔ شروع سے لیکر آج تک چشتیہ سلسلہ کے کوئی نہ کوئی بزرگ ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں اس سلسلہ کو پروان چڑھانے کے لئے موجود رہے ہیں۔ انیسویں صدی میں خداوند کریم نے یہ کام حضرت وارث پاک سے لیا۔ جو کام حضرت روشن چراغ دہلیؒ حضرت گیسو دراز بندہ نوازؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت کلیم اللہؒ، حضرت صابر کلیریؒ اور شاہ نیازؒ نے اس سلسلہ کے لئے کیا، وہی کام اپنے عہد میں آپ نے سرانجام دیا۔

مرشدی و آقائی حاجی سید وارث علی شاہ صاحب نے حضرت امام موسیٰ کاظم کی ۲۶ ویں پشت میں حضرت سید قربان علی شاہ صاحبؒ کے یہاں ضلع بارہ بنکی، یو۔پی کے قصبہ دیوہ شریف میں رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ میں

وہ ہاتھ آئیں تیرے واعظ کہاں سے
جو بیعت کر چکے پیرِ مغاں سے

کرے وہ عشق کا دعویٰ زباں سے
نہ منہ موڑے جو تیغ امتحاں سے

خمِ ابرو پہ مفتوں ہو گیا دل
کیا اس نے مجھے گھائل کماں سے

ستم کب تک اٹھاؤں ان بتوں کے
جگر پتھر کا میں لاؤں کہاں سے

خدا کی بندگی اوگھٹ کریں اب
کہ دل گھبرا گیا جورِ بتاں سے

اے مہِ جبیں کہاں ترا جلوہ عیاں نہیں
یہ سب ترے نشاں ہیں یہ تیرا نشاں نہیں
کعبے میں کربلا میں کلیسا میں دیر میں
اس بے نشاں کو ہم نے کبھی ڈھونڈا کہاں نہیں
اقرار روز کرتے ہو غیروں سے وصل کا
سیکھے ہو ایک میرے لئے جانِ جاں نہیں
سچے تمہیں سہی میں برا ہوں بُرا مگر
مجھ سا ملے گا بعد میرے مہرباں نہیں
او گھٹ جہاں میں اب دل و دیں بیچتا ہے کون
عاشق کا ان بتوں میں کوئی قدرداں نہیں

دیکھ کر بانکی ادا اک بانیٔ بیداد کی
دل میں درد ایسا ہوا بیساختہ فریاد کی

آرزو تھی خاک بھی ہو کر نہ چھوڑیں کوئے دوست
تو نے اے بادِ صبا مٹی مری برباد کی

ایک دن بھولے سے بھی یادِ خدا ہم نے نہ کی
ان بتوں کی عاشقی میں زندگی برباد کی

مشغلہ تھا اے جنوں یہ دشت اور کوہسار میں
تربتیں میں نے بنائیں قیس اور فرہاد کی

پنجۂ چھوٹا سا نازک ہاتھ اس پر کم سنی
زخم گر اوچھے لگے تو کیا خطا جلاد کی

کام بگڑے بن گئے مشکل سے چھٹکا را ہوا
حضرتِ وارث نے جب اوگھٹ مری امداد کی

پھر ہوئی حسرتِ دیدار خدا خیر کرے
پھر ہوا عشق کا آزار خدا خیر کرے

کس کو سودا ہو بلا آتی ہے کس پر دیکھیں
چلے بن ٹھن کے وہ بازار خدا خیر کرے

فصلِ گل زور پہ ہے دیکھئے پیش آتا ہے کیا
خواب میں دیکھے ہیں کہسار خدا خیر کرے

نہ ملی نبض تو حیرت سے یہ کہتا ہے طبیب
اب شفا ہوگئی دشوار خدا خیر کرے

آج کچھ حضرت اوگھٹ کا ہے بدلا ہوا رنگ
عاشقانہ پڑھے اشعار خدا خیر کرے

یہی اب فیصلہ اے جنگ جو ہے
ترا خنجر ہے اور میرا گلو ہے

ہوئے ہیں گھر سے بے گھر اس جنوں میں
مکینِ لامکاں کی جستجو ہے

عیاں ہر رنگ میں ہے تیرا جلوہ
بسی ہر گل میں جاناں تیری بو ہے

نماز اپنی ہے بس تیرا تصور
تمہارے واسطے رونا وضو ہے

شہِ وارث کا جلوہ دیکھ کر ہم
کہیں او گھٹ نہ کیوں گر تو ہی تو ہے

ہمیں اسی کی ہے شرم واعظ اسی سے کعبہ نہ جائینگے ہم
کہ عمر بھر کی ہے بت پرستی خدا کو کیا منہ دکھائینگے ہم
شکایت ہجر دل کی الجھن جو زندگی بھر کی داستاں ہے
سنیں گے گر وہ کبھی کہانی یہی فسانہ سنائینگے ہم
ہمیں ہے حوروں کا شوق واعظ ہم ان بتوں پر ہیں جان دیتے
مذاق تیرا وہی رہے گا یہ وضع اپنی نبھائینگے ہم
کرے گا جب سر جدا وہ تن سے تڑپ کے قدموں پہ جان دینگے
کہ رقص بسمل کا مرتے دم بھی تماشا ان کو دکھائینگے ہم
سنا ہے غیروں کے آگے محفل میں خود کہا میرے بیوفا نے
ہمارا او گھونٹ خفا ہے ہم سے اب آج اس کو منائینگے ہم

دے کے غم اف مہ جبیں عشرت کا ساماں لیچلا
دل مرا زخمی کیا اور دین و ایماں لیچلا
آن کر ملکِ عدم سے میں نے یہ سودا لیا
دل دیا اور اس جہاں سے عشقِ خوباں لیچلا
کل جہاں اس دل کے ہاتھوں سے ہوئی بےعزتی
آج پھر ہم کو اسی محفل میں ناداں لیچلا
شاد اور بشاش آیا تھا میں بزمِ یار میں
جب چلا تو چشمِ نم اور سینہ بریاں لیچلا
کفر اب کعبہ میں بھی پھیلائے گا اودھٹ ضرور
دل میں رکھ کر ان بتوں کو یہ بد ایماں لیچلا

دل یہاں بھی مبتلائے زلف پیچاں ہو گیا
خانۂ احباب بھی اوگھٹ کو زنداں ہو گیا
پھنس گیا دل ایک طفل مہ جبیں کے دام میں
جس کو ہم داناں سمجھتے تھے وہ ناداں ہو گیا
سب در و دیوار وحشت ناک آتے ہیں نظر
ہم کو اے مجنوں ہمارا گھر بیاباں ہو گیا
وہ رہیں آنکھوں میں میری میں نہ دیکھوں غیر کو
یہ ہمارے اور ان کے عہد و پیماں ہو گیا
سنگ بوسی کی حرم میں شیخ نے تو ہے ثواب
ہم اگر بوسہ بتوں کا لیں تو عصیاں ہو گیا
جب کوئی سختی پڑی اور ہم نے یا وارث کہا
کام جو مشکل نظر آتا تھا آساں ہو گیا
ہے خدا کی شان او گھٹ سا مسلماں آدمی
ان بتوں کی یاد و الفت میں بدایماں ہو گیا

نہ مخمور ہوں دل کا واعظ مہ رخوں کی آشنائی سے
مری توبہ ہے در گذرا میں ایسی پارسائی سے
جو ان پہ جان دیتا ہے اسی کو قتل کرتے ہیں
طبیعت ان بتوں کی ہے مبرا ساری خدائی سے
نہ کیونکر جوہری ہوں قدرداں آپ اپنے قاتل کے
دکھا کر سب کو جوہر کا ہنر اپنی صفائی سے
فقیرانہ صدا یہ ہے کہ عز و جاہ کیا شے ہے
گدائی ہے در وارث کی بہتر بادشاہی سے
ہوئی شہرت مرے کشف و تصرف کی تو وہ بولے
ولی اللہ اوگھٹ ہو گئے فضل الہی سے
کہا اس نے زمانہ جن کو اوگھٹ شاہ کہتا ہے
مجھے معلوم ہوتے ہیں وہ خبطی اور واہی سے

بسِ فنا اثرِ سوزِ دل دوچند ہوا
جو مری خاک پہ دانہ گرا سپند ہوا
خمیدہ ضعف سے ایسا میں دردمند ہوا
کہ سایہ پاؤں کا مرے سے سر بلند ہوا
تمہارا شعلۂ حسن اس قدر بلند ہوا
کہ آسماں پہ ستارا ہر ایک سپند ہوا
گرہ جو دیکھی اسے یاد آیا وعدۂ وصل
ہمارا عقدہ کشا اس قبا کا بند ہوا
ہے خالق ایک ہی اے بت یہ اپنی قسمت ہے
تو بے نیاز ہوا میں نیاز مند ہوا
بسِ فنا کبھی نہ پوچھی کسی نے بات او گھٹ
ہما کو بھی نہ میرا استخواں پسند ہوا

مولود فرمایا۔ تین سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ پانچ ماہ کے وقفہ سے پہلے والد نے، پھر والدہ نے وصال فرمایا، پہلے دادی صاحبہ نے اور اُن کے وصال کے بعد ۱۲۵۲ھ تک آپ کی بہن اور بہنوئی سیّد خادم علی شاہ صاحب نے آپ کی پرورش فرمائی۔ بچپن ہی سے آپ کے اندر ولایت کے آثار ہویدا تھے۔ مثلاً رمضان المبارک میں دودھ نہ پیتا، دیگر بچوں کی طرح کھیل کود سے احتراز، بھول کر بھی جھوٹ نہ بولنا اور باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرنا وغیرہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کمسنی ہی میں آپ یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت حاجی سیّد خادم علی شاہ صاحبؒ قادریہ چشتیہ سلسلہ کے خلیفہ تھے۔ موصوف نے اپنے وصال ۱۲۵۳ھ سے صرف تین روز پیشتر آپ کو شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا اور موصوف کی تجہیز و تکفین کے فوراً بعد علمائے فرنگی محلی سیّد محمد اکبر شاہ مدنی و سیّد محمود محقق نے بالاتفاق آپ کی رسم دستار بندی ادا فرمائی۔ اس وقت آپ اپنی عمر شریف کی صرف ۱۴ بہاریں ہی دیکھ پائے تھے۔ لیکن قدرت نے روحانیت کی تمامتر خصوصیات آپ کے اندر ہویدا فرمادی تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ سے مرید ہونا شروع ہو گئے، سجّادہ نشینی کی ذمّہ داری سنبھالتے ہی زمین جائداد کے تمام کاغذات اور کتابوں کا ذخیرہ دریا میں ڈبو دیا۔ مال واسباب ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا اور جائداد عزیزوں میں بانٹ دی۔ خلیفہ مقرر ہونے کے چھ ماہ بعد ملک کے مختلف شہروں کا پاپیادہ سفر فرماتے ہوئے حج بیت اللہ

مخمس بر غزل حضرت حافظ شیرازی

خدمتِ خدمت گزاراں یاد باد
صحبت آں جاں نثاراں یاد باد
وعدہ ہائے دل نوازاں یاد باد
روزِ وصلِ دوستداراں یاد باد

یاد باد آں روزگاراں یاد باد

در حسینانِ جہاں یاری نماند
چارہ سازی نیز غمخواری نماند
رسم مہر و طرز دلداری نماند
ایں زماں در کس وفاداری نماند

زاں وفاداراں و یاراں یاد باد

روز وحشت نے دکھائے کوہ و دشت
در بدر پھرتا ہوں میں آوارہ بخت
تیری دوری میں سہے وہ رنج سخت
کامم از تلخئ غم چوں زہر گشت
بادِ نوشِ بادہ خواراں یاد باد

ایسی بھی ہوگی بڑی تقدیر کم
ہو سکے اچھے طبیبوں سے نہ ہم
جو دوا دی ہو گئی وہ ہم کو سم
من کہ از تدبیر غم بیچارہ ام
چارۂ آں غمگساراں یاد باد

رہتی ہے غربت میں بھی یادِ وطن
دوستوں کی ہے مجھے فرقت کٹھن

کس طرح بھولوں محبت کا چلن
گرچہ یاراں فارغ انداز یاد من
از من ایشاں را ہزاراں یاد باد

سب نے سمجھایا تھا مجھ کو بار ہا
عشق بازی کا نتیجہ ہے برا
خود سری کا یہ صلا آخر ملا
مبتلا گشتم دریں دام بلا
کوشش آن حق گذاراں یاد باد

دیکھے اوگھٹ ادنیٰ اعلیٰ کھہ و مہ
کیسی یاری سب کے دل میں ہے گرہ
حال دل کس سے کہوں بہتر ہے یہ
راز حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ
اے دریغ از رازداراں یاد باد

ساقی نامہ

پھر فصل بہار آئی ساقی
پھر ہے تیری دہائی ساقی
پائے دل بیقرار آرام
اللہ رے اُس شراب کا جام
مفتوں ہیں یہ بادہ خوار جس کے
ہو سونگھنے سے خمار جس کے
کرتی ہے جو دم زدن میں سرشار
ساقی جسے کہتے ہیں دھواں دھار
رہتی ہے جو تیرے پاس وہ مے
پیتے ہیں جو ذی اساس وہ مے

جو روز الست مجھ کو دی تھی
منصور نے جو شراب پی تھی
جو چشم پر آب کر دے وہ مے
ایماں کو خراب کر دے وہ مے
مٹ جائے دوئی وہ راستی آئے
یہ دیر و حرم کا دغدغہ جائے
باقی رہے شر نہ خیر وہ مے
اپنوں کو بنا دے غیر وہ مے
یہ جوش خودی کا دور ہو جائے
بے خود رہوں وہ سرور ہو جائے
ہر دم رہے اضطراب وہ مے
جل بھن کے ہو دل کباب وہ مے
ادنیٰ کو کیا جلیل جس نے
لاکھوں کو کیا ذلیل جس نے
ہوتا ہے سرور جس کا بے حد
سرمد کو بنایا جس نے سرمد

دامق کو دیا فریب جس نے
مجنوں کا لیا شکیب جس نے
جاتا نہیں عمر بھر جس کا جوش
جس نے کیا کوہکن کو مدہوش
لاکھوں کے گلے کٹائے جس نے
یوسفؑ کو کوئیں جھکائے جس نے
شیریں کو دیا نہ جس نے آرام
لیلیٰ کو کیا ہے جس نے بدنام
ہو جس کے سبب سے شور و ماتم
کہتے ہیں جسے عدوئے عالم
بربادی ہے خاص کام جس کا
اور دشمن جاں ہے نام جس کا
یکتا ہے نہیں جواب اُس کا
اور عشق بھی ہے خطاب اُس کا
اس مے کا پلا دے جام ساقی
اوگھٹ کا بنا دے کام ساقی

دوہے

کان کھول اوگھٹ سنو پیا ملن لاگ
تن تنبورہ سانس کے تاروں باجے ہر کا راگ
اوگھٹ پوجا پاٹ تجو لگا پریم کا روگ
ست گرو کا دھیان رہے یہی ہے اپنا جوگ
نارائن کا انت نہ پایا مالا جپ کا کین
رام ملن کی بدھ سن اوگھٹ بھلے گرو کے بین
دیا گرو کی دن دونی اور گرو نہ چھوڑے ہاتھ
گرو بسے سنسار میں اور گرو ہمارے ساتھ

گرو ہمارا جنم کا راجہ گرو ہمارا آہو
اوگھٹ گر تم منتر کو جاپو گرو کی راکھو یاد

اوگھٹ چیلا وہی گنی جو بن گرو تجے نہ سانس
سوتے جاگتے دھیان رہے گرو کو راکھے پاس

اوگھٹ سانچ کو آنچ نہ لاگے جانت ہے سنسار
سائیں دھنی ہے دکھ نہ آوے سانچا رہے بیوہار

اوگھٹ مسجد مندر چھوڑ ایک دھیان سمائے
نیچے دیویں رام درس جو پہلے دو بہا جائے

جوگی بھوگ وہ کرے جو بن مانگے مل جائے
اوگھٹ دنیا یوں تجے کہ من میں لوبھ نہ آئے

سوتے ساری رین کٹی بھور بھئے اب چیت
اوگھٹ چڑیا کال کی چگ لے گی تیرا کھیت

گرو گو بندر کو ایک بچار دو دوبدھا روگ نکال
گرو کو اوگھٹ ادر بچا تو گرو ہن دین دیال

ان ہونی کے سوانگ میں بسری ہر کی یاد
جنم امول بکھ آپنا اوگھٹ ہوا برباد

دیکھے پنڈت سادھو جوگی سنتہ سادھ ملنگ
پریم کا بھگتی ایک نہ پایا اوگھٹ چارا لنگ
اوگھٹ گھٹ میں پران بسی اور پران بیچ اک چور
جو پکڑے اس چور کو وہ جوگی بر جور
ہر ہر میں اوگھٹ ہر بسیں ہر ہر کو ہر کی آس
ہر کو ہر ہر ڈھونڈ پھرا اور ہر ہیں ہر کے پاس
اوگھٹ ہر کو چارا لنگ ڈھونڈت ہے سنسار
بغل میں بچہ نگر ڈھنڈورا اس کا نہیں بچار
اوگھٹ رہو پریم کے بھگتی جب تک گھٹ میں پران
پوجا کرو کرشن کا اور جمنا میں اشنان
اوگھٹ جوگی وہ بنے باندھے وہی لنگوٹ
تجی کٹم کی ماننا اور ہووے من کی کھوٹ
اوگھٹ گیا پراگ میں ملا نہ وہ کرتار
گرو کی دیا سے ... دیکھ پڑا اٹی اوڈھ سنکار
سادھو اوگھٹ سد کو سادھی جوگی کرے سب جوگ
اس ڈگر یا ملیں گنتا ئیں ندی ناؤ سنجوگ

رام ملن کا لیکھا سن لے ہاتھ گرو کا تھام
جگ کی ممتا من سے چھوٹے بلیں گے اوگھٹ رام

من منتھرادل دوار کا سیوا کرو دن رین
نندن اوگھٹ ملے گوشائیں ہوا جنم کا چین

اوگھٹ باجیں رام کے باجن سن تو سیس جھکاؤ
آسن مارو سبد کو سادھو من سے دھیان لگاؤ

نین نیر بہائے کو پونجی گئے سب ہار
اوگھٹ ہاتھ پسار چلے سائیں کے دربار

رین اندھیری بات نہ سمجھی ناک میں میرا پیار
اوگھٹ دھرم بہ راکھنا گرو کریں نستار

اگر سمندر پاپ کا بوجھا ناؤ پھنسی منجدھار
بوڑھی مورت پیر کہادے میرا پیر جوان

اوگھٹ اپنے پیر کی صورت کو پہچان
ہاتھ نہ آتا بیٹی اوگھٹ سدا لکیر
صدقے اپنے پیر کے جس نے کیا فقیر

کے لئے روانہ ہو گئے۔ پہلے حج کے موقع پر جو احرام شریف زیبِ تن کیا وہی آپ کا مستقل لباس ہوگیا۔ تمام عمر ننگے پاؤں اور برہنہ سر رہے۔ آپ کے حلقہ بگوش فقرا کا بھی یہی لباس ہے۔ سات سال بعد عرب ممالک کی سیر فرمانے کے بعد آپ وطن مالوف واپس آئے۔ کچھ روز وطن میں مقیم رہ کر پھر پا پیادہ حج کے لئے روانہ ہو جاتے تھے اور چار پانچ سال کے وقفے سے واپس آجاتے۔ اس طرح آپ نے ۴۰ سے زیادہ حج فرمائے اور ایران، دمشق، مصر، قسطنطنیہ، یروشلم، یونان، ترکی وغیرہ ایشیا اور یورپ کے بیشتر ممالک اور مقامات کے سفر فرما کر لاتعداد تشنگانِ توحید کی پیاس بجھائی۔ جب آپ کے ہم وطن مُرید اور عقیدتمند آپ کی جُدائی کی تاب نہ لاسکے تو آپ سے عرض کیا کہ ہم بھی معہ اہل وعیال آپ کے ساتھ سفر میں ساتھ رہیں گے۔ اُن کا پاپیادہ ساتھ رہنا مشکل اور ناممکن تھا لہذا آپ کی عمر کے آخر کے پچیس سال مستقل طور سے وطن واطراف وطن میں گذرے۔ آخر عمر تک جب تک کہ آپ جسمانی طور سے مضمحل نہ ہوگئے، ہمیشہ پاپیادہ سفر فرماتے تھے۔ آخر عمر میں پالکی کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائے جاتے تھے۔ ایک جم غفیر آپ کو ہمہ وقت اپنے جلو میں لئے رہتا تھا، زیارت کے لئے خلقت ٹوٹی پڑتی تھی۔ جب مُریدوں اور خادموں کی تعداد میں حد سے زیادہ اضافہ ہونے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہم کو دیکھ لیا جس نے ہماری چلتی گاڑی کی زیارت کرلی، ہمارے تہبند کا گوشہ اگر پچاس

تکرڑ تاپے دھرم بڑھے تپشی کھاوے سنت
پریم اگہن اوگھٹ کرے کرے دھن دھرم بسنت
دوکھیا رہے پریم کا بھگتی ننین نیر بہائے
کبھوئے کبھی سکھ پاس نہ آوے من کی پیر کلپائے
اوگھٹ جوگ جوگی کرے رام ملن کی آس

پریم دھیان وہ جوگ ہے جو کرے دھرم کی ناس
اوگھٹ جنم میں ایک بیرستی ہوت ہے نار
پریم اگن میں جلے پھر بھی دن میں سو سو بار
دھوا ہو پریم کا تن میں کرو استھان
من مدہن کے دھیان میں اوگھٹ تجو پران
کایا کی ممتا تجو اور اپنی سدھ بسراؤ
موہن مرلی آن سنائیں ایسا دھیان جماؤ
میں پاپن سن بانسریا گئی کرشن کے پاس
بانہہ گہی من موہ لیا اور کین دھرم کا ناس
مکتی ہو دیے کلیس کٹے چھٹے جنم کا پاپ
ست گرو کے نام کا اوگھٹ ہردے مالا جاپ

سائیں کا گھر دور ہے اور سائیں من کے تیر
سائیں سے بیو ہار کرے ادگھٹ وہی فقیر
سانچی پریت بسے کرن نیے کھٹورا و ہین
جیسے کبری کرشن کو لے گئے اوگھٹ چھین
کدہی متھیا موہ نہ آوے اوگھٹ کو نے کاج
کبری ایسی پریت کرو ملیں کرشن مہا راج
دیا برابر دھرم نہیں پرپنچ برابر پاپ
پریم برابر جوگ نہیں گر منتر برابر جاپ
گرد ہمارا ایک ہے اور بچن ہمارا ایک
کریں گے سیوا ایک کی گرو جو را کنے ٹھیک
چیلا ہیں جوت کرد گیانی بچن یہ بوجھ
بن جوت نین آندھرا وگن بن گرڑے نہ سوجھ
گیانی پنڈت یوں کہیں سورج کی دیکھو دھوپ
سندر تریا سڈول بتر نارائن کا ہے روپ
جاپ جوگ تپ تیر تھ سے نرگن ہوا نہ کوئے
اوگھٹ گرو دیا کریں تو پل میں نرگن ہوئے

رد کے کام کامنا اندری راکھے سادھ
سندر کے تب درشن کرے نہیں تو ہے اپرادھ

اپنی گانٹھ کوڑی نہیں پردھنی ہیں دین دیال
اوگھٹ جگ میں دھنی کا داسی ہوت نہیں کنگال

سجنی پاتی تب لکھوں جو پریتم ہو پردیس
تن من میں پیا براجیں بھیجوں کسے سندیس

آسن مار دوہ بدھا چھانڑ دا اپنی سدھ بسراؤ
ملیں گے کایا کوٹ میں پرکھو اوگھٹ کہیں نہ جاؤ

پاتی لکھو تو بھول بڑے نتھا کہے اگیان
جانت ہیں وہ بن کہے پیتم چتر سجان

پاتی لکھنا بھول ہے سجنی چتر ہیں دین دیال
آنس گیانی دوسرا نہیں کہ جانیں من کا حال

سکھی نہ پایا ٹھور ٹھکانہ پیگ بھرا جو دیس
ساجن کا گھر دوار نہیں بھیجوں کہاں سندیس

پیتم تمرے سنگ ہے اپنا راج سہاگ
تم نہیں تو کچھ نہیں تم ملے تو جاگے بھاگ

باندھ گھی مجھ پاپن کی تب ایک بچن سُن لیو
نِسن دن بیتا پڑے گسّائیں اپنا درشن دیو
سائیں ایسا گن کرو رہے نہ سوچ بچار
دُکھ میں سُکھ بن کلیس میں گاؤں بھجن تہار
پیتم سوت سندر سہی پر ہمیں بھی تمری آس
بھولے ٹھِکے آؤ گسّائیں کبھی تو ہمرے پاس
ہر کہیں اور کہیں نہیں اور بدلے پل پل بھیس
ایسے پیا ہرجائی کو بھیجوں کہاں سندیس
اوگھٹ جوگی دہی گئی جو اپنی سدھ بسرائے
گیان رہے اور دھیان رکھے اور سانس نہ خالی جائے
گھٹ گھٹ گھاٹی گھاٹ نہ اوگھٹ جانے نا جانے کو نو راہ
کرپا بھئی گرو وارث کی جو ہو گئے اوگھٹ شاہ
اوگھٹ جوگ یہی نرالا اپنی سدھ بسراؤ
مایا موہ نہ من میں آوے وارث کے گن گاؤ
چیلا کان ہے جب گرو کہت ہیں سادھو لوگ
بچن سنو سنسار کے اوگھٹ تب ہے جوگ

بھوجن میں یہ دھیان رکھے کرت ہیں پر بھو بھوگ
اوگھٹ جوگی رس نہ چاکھے یہی ہے بھوگ میں جوگ
دھیان گرو کو سنتر مانو گر منتر کو جانو بھوگ
بولوا اوگھٹ جے گرو کی یہی ہے اوتم جوگ
گیان نہیں تو دھیان نہیں اور گیان سے ہیں سب جوگ
مورکھ چیلا رہے بھکاری کہیں یہ گیانی لوگ
اُس گیان سے نو اگیان بھلا کہ بگڑے سگرد کام
اوگھٹ وہ گیان اور ہے ملت ہیں جہ سے رام
گیان مٹے تب دھیان جمے اور گیان سے ہو سبواس
پربھو ڈگر میں دیکھا اوگھٹ گیان نہ آوے پاس
گنگا کے اشنان سے کلیس کٹے سُکھ پائے
پریم کنڈ میں لیکھا یہ ہے جو اوترے جل جائے
پریم نگر میں کام نہ آوے دھن دھرم بُدھ لاج
سانچے من پی گرنا کرو تو ملیں کرشن مہراج
اوگھٹ جُوا پریم کا کبھی نہ جس میں ہار
داؤں پڑے تو ملیں گسائیں ہارے بیڑا پار

سُدھ بیچ پگ آگے راکھو ٹھہر دنا اک ٹھاؤں
اوگھٹ جوگی چلتا بھلا بہرو چھوڑ بچھیراؤں
اوگھٹ دَم کے سنگ رہو تجو یہ کایا ٹھاٹ
گھٹ چھوڑ جائے پر گھٹ بسو تو ملے نرنجن گھاٹ
ہوک اُٹھی سُن بانسری یا کلپت ہوں دن رین
موہن تمرے ذرس بنا ہردے پڑے نہ چین

شجرہ قادریہ وارثیہ

مجھ ایسے مجبور و ناتواں کا خدا ہے وارث خدا ہے وارث
غریب و مسکین و پر گنہ کا شفیع روز جزا ہے وارث
اسیر دام خطا ہوں لیکن علی تو ہے دستگیر و حامی
بڑا بھروسہ یہی ہے اے دل کہ میرا مشکل کشا ہے وارث
یہی سہارا ہے دین و دنیا میں پار ہوگا ضرور بیڑا
مرا مددگار مجتبےٰ ہے شہید راہ خدا ہے وارث
ستم رسیدہ غریب و سجاد زینت مسند امامت
خطاب جس کے ہیں یہ جہاں میں مراد و زین العبا ہے وارث
نصیر و ناصر معین دیا در سے یہ قسمت سے مجھ کو رہبر
جو یاد کر بے ریا ہے مولا تو جعفر باصفا ہے وارث

امیر عالم امام کاظم مرا مددگار پیشوا ہے
شہید و سید شہ خراساں امام موسی رضا ہے وارث
جناب معروف و سر سقطی جنید و شبلی ہیں میرے رہبر
جو عبد واحد ہے بیرا یا در تو بو الفرح با صفا ہے وارث
ابو الحسن بو سعید و غوثِ زماں مددگار و پیشوا ہیں
امیر رزاق شاہ دوراں مقیم راہِ رضا ہے وارث
محی دیں اور سید احمد ہیں دستگیر و معین میرے
مجھے ہے کیا ڈر جہاں میں سید علی سا اہل صفا ہے وارث
جو شیخ موسیٰ سا بندہ پرور ہے دستگیر اپنا اور یاور
تو قطبِ عالم حسن ہیں حامی معین و حاجت روا ہے وارث
ابی عباس رہنما ہے بہاء دیں پیشوا و مرشد
شہ محمد جلال اطہر فرید پیر ہدا ہے وارث
شہ براہیم شیخ ملتاں کا ہے بھروسہ مجھے جہاں میں
خلیل ثانی امام بھکر امانِ خلقِ خدا ہے وارث
ولی برحق حسین مرشد شہِ ہدایت صمد خدا داں
امام و سردار عبد الرزاق بانسوی مقتدا ہے وارث

ذبیحِ راہِ خدا کا ہمنام پیشوا ہے مرا جہاں میں
ولی و ابرار شاکر اللہ امام ہر دوسرا ہے وارث
نجات کیونکر نہ ہوگی میری نجات ہے دستگیر اپنا
امام و مخدوم شاہ خادم جہاں کا حاجت روا ہے وارث
جنابِ وارث کا یہ کرم ہے دکھائی کثرت میں شانِ وحدت
مرا یہ ایمان ہو نہ کیونکر کہ زیبِ ارض و سما ہے وارث
لحد میں پوچھیں گے جب نکیرین مجھ سے تصریحِ دین و ملت
خدا نے چاہا کہونگا ادھڑک خدا ہے وارث خدا ہے وارث

شجرہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ

یا الٰہی سرورِ ہر دوسرا کے واسطے
شافعِ محشر محمد مصطفےٰ کے واسطے
بادشاہِ لافتیٰ خیبر کشا دلدل سوار
مالکِ قنبر علیؓ مرتضیٰ کے واسطے
ہادی و رہبر امام و مقتدا و پیشوا
مجتبیٰ حضرت حسن شاہِ ہدا کے واسطے
تشنہ لب مظلوم و سیّد راکبِ دوشِ نبی
صابر و شاکر شہیدِ کربلا کے واسطے
زاہد و ساجد غریب و مبتلائے رنج و غم
حضرتِ عابدؓ گرفتارِ بلا کے واسطے

آدمیوں نے ایک ساتھ چھو لیا، حتیٰ کہ جس نے محبت سے ہمارا نام لے لیا وہ بھی ہمارا مُرید ہو گیا۔ آپ نے یکم صفر ۱۳۲۳ھ کو وصال فرمایا اور ۸۵ سال کے ۷۱ سال کے دوران ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بیسیوں ممالک کے اور ہندوستان کے ہزاروں شہروں، قصبوں اور دیہات کے لاکھوں بلکہ کروڑوں ہندوؤں، مسلمانوں سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں وغیرہ کو اپنا حلقہ بگوش کیا۔ سیکڑوں خلفاء تیار کئے جنھوں نے ہندوستان اور دوسرے ممالک کے کروڑوں افراد کو رُوحانیت کے جام پلائے اور قیامت تک کے لئے وارثیہ سلسلہ کا سکہ جما دیا۔ آپ کا احرام شریف بسنتی رنگ میں رنگا ہوا ہوتا تھا، آپ حضرت عیسیٰؑ کی شکل وصورت کے مالک تھے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سختی سے پابند تھے۔ لہذا اہلِ اسلام نے آپ کو امامِ ولایت مانا، اہلِ ہنود نے اوتار سمجھا۔ یہود ونصاریٰ نے اور دیگر مذہب والوں نے اپنا پیشوا وھادیٔ برحق۔ مسلمانوں سے ارکانِ اسلام کی پابندی، ہندوؤں سے برہم کو پہچاننے اور عیسائیوں سے قربانی اور خدمتِ خلق کی خصوصیت پیدا کرنے کی تلقین فرماتے تھے، اسی طرح ہر مذہب والے سے اُس کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اسے پریم اور محبت کی تعلیم مختصر ترین الفاظ میں فرماتے تھے، نہ معلوم آپ کی شخصیت میں کونسا جادو تھا آپ کے الفاظ میں کیا راز پنہاں تھا کہ ہر مذہب اور عقیدہ کے ماننے والے بہ یک نظر آپ کے اور آپ کے سلسلہ کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور یہی حال قریب

باقر و جعفر جنابِ موسیٰ کاظم امام
فخرِ عالم حضرتِ موسیٰ رضا کے واسطے
از پئے معروف کرخی واقف رازِ نہاں
اور سری سقطیؒ کامل پیشوا کے واسطے
مرد شاغل عارف و کامل جنیدِ باخدا
شبلی و عبدالعزیز اہل صفا کے واسطے
پھر عبدالواحد اہلِ علمِ باطن باکمال
بوالفرح ہم بوالحسن شاہ ہدا کے واسطے
شاہ درویش و ولی و آئندۂ رازِ خفی
صاحبِ دل بوسعیدِ پیشوا کے واسطے
سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب
غوث الاعظم سرگروہ اولیا کے واسطے
پادشاہ عبدِ رزاق و محی الدین ولی
سید احمد نیک منظر باصفا کے واسطے
از پئے سیّد علی ہم شیخ موسیٰ غیب داں
حضرت سید حسن شاہ ہدا کے واسطے

شیخ ابوالعباس وہم سید بہاوالدین مست
شاہ دیں سید محمد مصطفٰے کے واسطے
از پئے حضرت جلال وہم فرید بھکری
شیخ ابراہیم شاہِ اتقیا کے واسطے
بہرا براہیم امان اللہ وہم شاہِ حسین
مرشدِ شاہ ہدایت رہنما کے واسطے
از پئے عبدالصمد کامل مطیعِ امرِ حق
عبدرزاقِ ولی و مہتدا کے واسطے
بہر اسمٰعیل عالی منزلت والاہمم
بہر حضرت شاکر اللہ پیشوا کے واسطے
از پئے حضرت نجات اللہ سردارِ جہاں
حضرتِ خادم علی حاجت روا کے واسطے
عاشقِ حق مرد عارف دستگیرِ خاص و عام
حضرتِ وارث امام اولیا کے واسطے
یاالٰہی کردے مجھ کو بادۂ الفت سے مست
تجھ کو اپنے عاشقانِ باوفا کے واسطے

سلام

سلام اللہ مولائی کہ روئے حق نما داری
سراپا حسن محبوبی و شانِ مصطفےٰ داری

سلام اللہ اے نورِ حقیقت زینتِ عالم
دریں کثرت پئے حیلہ گرفتی صورتِ آدم

بگویم آشکارا مظہرِ ذاتِ نہاں ہستی
مگر چوں صورتے داری نشانِ بے نشاں ہستی

سلام اللہ اے خضرِ جہاں چوں رہبری کردی
دوبالا در زمانِ خویش نامِ حیدری کردی

شہِ کون و مکاں مقبولِ داور صد سلام اللہ
امام و ہادی و سردار و سرور صد سلام اللہ
سلام اللہ اے فرماں روا کے کشورِ خوبی
مرادِ خاطرِ عشاق و شمع بزمِ محبوبی
سلام اللہ اے عیسیٰ دوراں چارہ سازِ من
ہزار عجز و نیاز آوردہ ام اے بے نیازِ من
نہ باغِ خلد میخواہم نہ حورانِ جناں خواہم
نگر نظارہ روئے ترا اے جانِ جاں خواہم
پئے عزّ و جلالت وارثِ من دین پناہِ من
بدہ مارا زکوٰۃ حسن خویش اے بادشاہِ من
گدائے کوئے تو اد گھٹ لباس بے نوا دارد
ہمیں در دل تمنائے ہمیں بر لب صدا دارد
ندارم ذوقِ رندی نے خیال پاک دامانی
مرا دیوانۂ خود کن بہر رنگے کہ میدانی

سلام

السّلام اے شاہدِ روزِ الست
کردہ عالم راز چشمِ ناز مست
ذاتِ پاکت اسوۂ اسلافہا
ہست مستغنی عن الاوصافہا
السّلام اے نائبِ ربِّ جلیل
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الوکیل
السّلام اے یادگارِ مصطفیٰ
السّلام اے رازدارِ مصطفیٰ
السّلام اے مظہرِ شانِ رسول
السّلام اے راحتِ جانِ بتول
السّلام اے آفتابِ معنوی
السّلام اے وارثِ ارثِ علیؓ
السّلام اے مصدرِ خلقِ حسن
السلام اے جانشینِ پنجتنؓ

السلام اے خضرِ راہِ مستقیم
السلام اے منبعِ فیضِ عمیم
السلام اے موسیٔ سینائے عشق
صورتِ الیاس دردریائے عشق
السلام اے غیرتِ خورشیدِ من
السلام اے مایۂ اُمیدِ من
السلام اے شمعِ طورِ عاشقاں
السلام اے نورِ نورِ عاشقاں
السلام اے چارہ سازِ دادرس
السلام اے ناصرِ فریادرس
السلام اے سرورِ ذی شانِ من
السلام اے دینِ من ایمانِ من
السلام اے مونسِ شبہائے عشق
السلام اے چارہ غمہائے عشق
کاشفِ کُہنہ حقیقت السّلام
واقفِ اسرارِ وحدت السّلام
السلام اے سیدو آقائے من

السّلام اے وارث و مولائے من
کیست وارث آنکہ ہمنامِ خدا
مظہرِ حق وارثِ مشکل کشا
مرد میدانِ دلا فردِ فرید
شمع بزمِ عینِ وحدت محوِ دید
معنیِ آیاتِ ربّ العالمین
دستگیرِ خلق و خیرا لوارثین
صاحبِ عرفان و تمکین عشق و جوش
اہلِ تسلیم و رضا تہبند پوش
یا رحیم ارحم علےٰ اَعمالنا
وارثا اَدرِکنی اَنظر حالنا
من سقیم و تو مسیحائے زماں
کن نگاہِ لطف اے جانِ جہاں
تشنۂ دیدار ایں اندوہ گیں
چشمِ کورم را بساز عین الیقیں
بندۂ اوگھٹ فقیرِ کوئے تو
دارد امیدِ کرم از خوئے تو

حضرت علی

فدا اس نام پر کیا خوب نامِ شیرِ یزداں ہے
بلاؤں سے رہے وہ حفظ میں جس طفلِ ناداں ہے
جواں نے جب کہا حیدر مہم بھر اسکی آساں ہے
محسن کہتا ہے دل میں یہ میری بخشش کا ساماں ہے

علی کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

علیؓ عالی علیؓ والی علیؓ کونین کا سرور
علیؓ ہے دستگیرِ خلق اور سب کا علیؓ یاور
علیؓ بچوں کا وارث ہے علیؓ پیروں کا ہے رہبر
جواں کا دل علیؓ کے نام سے رہتا ہے زورآور

علی کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

انیس و مونس و حامی علیؓ ہیں ناتوانوں کے
علیؓ کے لختِ دل حسنینؓ سرور ہیں جوانوں کے

علی اصغر امام و پیشوا ہیں بے زبانوں کے
اسی گھر کے ہیں سب ناصر فدا ان حکمرانوں کے

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے

عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

علیؓ ہے شافع محشر علیؓ ہے ساقیِ کوثر
علیؓ شاہِ ولائت ہے علی سلطانِ بحر و بر
علی مولائے عالم ہے علیؓ ہے نفس پیغمبر
علی حاجت روا طفل و جوان و پیر کا یاور
علیؓ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحت جاں ہے

عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

علیؓ کے نام سے اوگھٹ گدا زردار ہوتا ہے
علیؓ کا نام لینے سے بشر ابرار ہوتا ہے
علیؓ کے نام سے آتشکدہ گلزار ہوتا ہے
علیؓ کے نام سے بیڑا سبھوں کا پار ہوتا ہے
علیؓ کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے